ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

بانی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۲ رجب المرجب ۱۴۰۳ھ

۶ مئی ۱۹۸۳ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ — حضرت لاہوری قدس سرہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللهُ تَعَالٰی اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ وَّاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ - متفق علیہ -

ابی ہریرہ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ فرماتا ہے میں نے اپنے نیکوکار بندوں کے لئے وہ چیزیں تیار کی ہیں جو آنکھوں نے کبھی دیکھی نہیں اور کانوں نے کبھی سنی نہیں - اور کسی انسان کے دل پر ان کا خیال بھی نہیں آتا اگر تم چاہو تو یہ پڑھ لو پس کوئی نفس نہیں جانتا جو اس کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے پوشیدہ کی گئی ہے -

---

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَوْضِعُ سَوْطٍ فِی الْجَنَّةِ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا - متفق علیہ -

ابوہریرہ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشت میں ایک کوڑے کی جگہ دنیا اور دنیا کی ساری نعمتوں سے بہتر ہے -

---

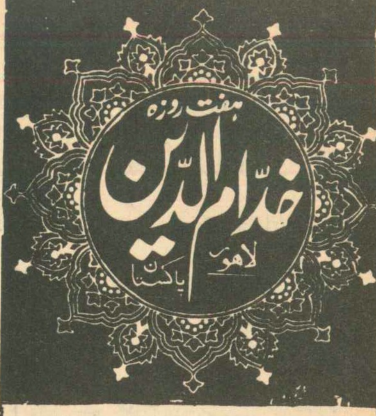
وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِی الْجَنَّةِ شَجَرَةً یَّسِیْرُ الرَّاكِبُ فِیْ ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَّا یَقْطَعُهَا وَلَقَابُ قَوْسِ اَحَدِكُمْ فِی الْجَنَّةِ خَیْرٌ مِّمَّا طَلَعَتْ عَلَیْهِ الشَّمْسُ اَوْ تَغْرُبُ - متفق علیہ -

ابی ہریرۃ رض سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - بہشت میں ایک ایسا درخت ہے کہ سوار اس کے سایہ میں سو سال چلتا رہے تو بھی اسے ختم نہیں کر سکے گا — اور البتہ مقدار ایک تمہارے کی کمان کی بہشت میں ان سب چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے یا غروب -

---

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلْمُؤْمِنِ فِی الْجَنَّةِ لَخَیْمَةً مِّنْ لُّؤْلُؤَةٍ وَّاحِدَةٍ مُّجَوَّفَةٍ عَرْضُهَا وَفِیْ رِوَایَةٍ طُوْلُهَا سِتُّوْنَ مِیْلًا فِیْ كُلِّ زَاوِیَةٍ مِّنْهَا اَهْلٌ مَّا یَرَوْنَ الْاٰخَرِیْنَ یَطُوْفُ عَلَیْهِمُ الْمُؤْمِنُ وَجَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ اٰنِیَتُهُمَا وَجَنَّتَانِ مِنْ ذَهَبٍ اٰنِیَتُهُمَا وَمَا فِیْهِمَا وَمَا بَیْنَ الْقَوْمِ وَبَیْنَ اَنْ یَّنْظُرُوْا اِلٰی رَبِّهِمْ اِلَّا رِدَاءُ الْكِبْرِیَاءِ عَلٰی وَجْهِهٖ فِیْ جَنَّةِ عَدْنٍ (متفق علیہ)

ابی موسٰی رض سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - مومن کے لئے بہشت میں ایک ہی خالی موتی کا ایک خیمہ ہوگا جس کا عرض اور بعض روایتوں میں اس کا طول ساٹھ میل ہوگا - اس کے ہر ایک کونے میں اس کا اہل ہوگا ، دوسرے کو وہ نہیں دیکھیں گے - (باقی ۲۶ پر)



جلد ۲۰ ● شمارہ ۴۴
[illegible] ۱۹۸۳ء

رئیس الادارہ
شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

مجلس ادارت
مولانا محمد اجمل قادری
محمد سعید الرحمان علوی
ظہیر میر - ایم اے ایل ایل بی

دفاتر
کراچی: انجمن خدام الدین بلڈنگ
لاہور: خدام الدین مرکز، اندرون شیرانوالہ دروازہ

بدل اشتراک
سالانہ ... —— ۸۰ روپے
ششماہی ... —— ۴۵ روپے
سہ ماہی ... —— ۲۵ روپے
فی پرچہ دو روپے

وزیر تعلیم کی ذاتی توجہ کیلئے

پاکستان گورنمنٹ نے دینی مدارس کی تین تنظیموں وفاق المدارس العربیہ، تنظیم المدارس العربیہ اور وفاق المدارس السلفیہ سے منسلکہ مدارس کی سندات کو ایم - اے کے برابر تسلیم کرتے ہوئے اس حیثیت سے سندیافتہ علماء کو اجازت دے دی ہے کہ وہ تعلیمی اداروں میں مدرس (لیکچرار) کی اسامی کے لئے بطور امیدوار اپنے آپ کو پیش کر سکتے ہیں - ابتدا میں اس فیصلہ کی شدید مخالفت ہوئی اس مخالفت میں جامعہ پنجاب کے بعض حضرات پیش پیش رہے - اصل میں ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ سیاسی غلامی کے زمانہ میں ہم تعلیمی طور پر دو کیمپوں میں بٹ گئے - ایک کیمپ کی نمائندگی دارالعلوم دیوبند نے کی تو دوسرے کی علیگڑھ نے !

ان دونوں علمی تحریکات کے بانی مولانا محمد قاسم نانوتوی اور سرسید احمد خاں ایک ہی استاد مولانا مملوک علی کے شاگرد اور ولی اللٰہی سکول کے فیض یافتہ تھے - ۱۸۵۷ء کا معرکہ کارزار دونوں کا دیکھا ہوا تھا - فرق یہ ہے کہ مولانا محمد قاسم غاصب قوتوں کے خلاف سرگرم عمل تھے - تو سرسید ان کے حامی —— اس حادثہ کے بعد پرانی بساط بالکل اجڑ رہی تھی کہ مولانا نانوتوی اور ان کے نیک نفس رفقاء نے انہیں سنبھالا دینے کی کوشش کی لیکن اس کا مطلب یہ نہ تھا کہ وہ سرسید کی تعلیمی تحریک کے دشمن تھے - انہیں اس سے اختلاف تھا تو محض اس حد تک کہ مسلمان قوم اپنی روایات سے باغی نہ ہو - لیکن انہیں نظر آ رہا تھا کہ یہاں میکالے کا مقصد پورا ہو رہا ہے - انہوں نے مختلف مواقع پر اس کی اصلاح کی کوشش کی اور شیخ الہندؒ کے الفاظ میں ان دو تاریخی مقاموں کا رشتہ جوڑنے کی سعی کی لیکن جزوی کامیابیوں کے بغیر کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی اس کی وجہ یہ تھی کہ سرسید اسکول میں محکومیت و مغلوبیت کے آثار واضح تھے وہ ان کا ذوق یہ تھا کہ "کالا انگریز"

بننے ہی میں اب ہماری عافیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آئندہ چل کر یہ سکول ان قوتوں کی آماجگاہ بنا جو قوتیں مستقبل میں اس خطہ میں مسلمانوں کی عافیت فرنگی معاشرت سے ہم آہنگی میں مضمر خیال کرتی تھیں اور بدقسمتی سے اس سکول کے طلبہ نے ارباب علم و فضل کی سیاسی اختلاف کی بنیاد پر بے حد تذلیل بھی کی لیکن تقسیم ملک کے بعد جب اس اسکول کا تانا بانا بکھرنے لگا اور اس کا مستقبل تاریک نظر آنے لگا تو ابوالکلام اور ذاکر حسین (رحمہما اللہ) جیسے لوگ اس کے لئے مسیحا ثابت ہوتے گو کہ وہ دوسرے سکول کے نمائندہ تھے۔ تقسیم کے نتیجہ جو خطہ پاکستان کی شکل میں سامنے آیا اس سے مسلمان قوم کی جو توقعات وابستہ تھیں وہ یہاں جس طرح پامال ہوئیں ان پر دل خون کے آنسو روتا ہے۔

آج لوگ اس ملک میں جمہوریت کے زوال یا اس کے نہ پنپنے کا رونا روتے ہیں، معاشی عدم استحکام کی بات کرتے ہیں اور بہت کچھ کہتے ہیں لیکن ہمارے نزدیک یہاں کی سب سے بڑی بدنصیبی تعلیمی پسماندگی ہے۔ ہماری آبادی کا چند فیصد سے زائد حصّہ اب بھی علم کی روشنی سے محروم اور جہالت و پسماندگی کا شکار ہے اور جو "پڑھے لکھے" شمار ہوتے ہیں ان کی اکثریت اپنی تہذیبی و تاریخی روایات و اقدار سے بیگانہ بلکہ باغی ہے —— گویا دل بدلنے کا جو مشغلہ سفید انگریز نے شروع کیا تھا وہ جوں کا توں ہے —— مولانا مناظر احسن گیلانی نے جس دوہرے تعلیمی نظام کا رونا رویا تھا وہ رونا اب بھی ختم نہیں ہوا اور ایک آزاد ملک کے باشندے اس میدان میں اب بھی باہم دست و گریبان ہیں یونیورسٹی کے "دانشور" مولوی سے الرجک ہیں تو مولوی ان دانشوروں سے کبیدہ خاطر —— حالانکہ ضرورت اس بات کی تھی کہ اس بُعد کو ختم کیا جاتا اور ظاہر ہے کہ یہ بُعد اسلامی نظام کے کھوکھلے نعروں سے دور نہیں ہوگا اس کے لئے ٹھوس منصوبہ بندی کی ضرورت ہے —— ہونا یہ چاہئے تھا کہ ابتدائی تعلیم کا ایسا مربوط نظام ہوتا کہ ابنائے وطن میں سے ہر کوئی اس کے حصول کا پابند ہوتا۔

اور یہ حصہ ان بنیادی چیزوں پر مشتمل ہوتا۔ جن کے نتیجہ میں ایک انسان اچھا مسلمان اور شریف شہری بن سکتا ہے اس کے بعد مختلف النوع اداروں کو چلانے کی غرض سے باقاعدہ منصوبہ بندی سے طلبہ کے رجحان کے مطابق تعلیمی سسٹم ہوتا —— لیکن افسوس کہ کوئی کام نہ ہو سکا۔

اب صورت یہ ہے کہ معاشرہ میں علماء کی بے وقعتی کو دیکھ کر دینی مدارس کا نظام دم توڑ رہا ہے۔ اس کے طلبہ کا روایتی شوق ختم ہونے کو ہے حتیٰ کہ خود علماء کی اولاد اس نظام سے بغاوت کرکے جدید دنیا بسانے کی فکر میں ہے —— وہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے اسلاف میں سے ہر ایک نے چالیس پچاس برس کم و بیش محلہ بھر کے بچوں اور بچیوں کو قرآن پڑھایا، موسمی تغیرات سے ماورا ہو کر مسجد کی خدمت کی لیکن جب وہ مرض الموت کا شکار ہوئے تو ان کا واجبی علاج کرانے کا کوئی اہتمام نہ ہو سکا اور ان کا جنازہ اٹھنے کے بعد اُن کے ورثاء کے پاس "چند تصویر بتاں اور چند حسینوں کے خطوط" تھے اور بس —— مسجد سے ملحقہ مکان سے ان کو نکال دیا گیا اور وہ جھونپڑی کو ترسنے لگے —— اس المناک صورت حال کے بعد اس نظام سے وابستہ رہنے کا وہی حوصلہ کرے گا جو ابوالکلام کی زبان میں "بے پناہ" ہو اور ظاہر ہے کہ بے پناہ بہت کم ہوتے ہیں —— دوسری طرف دوسرے نظام سے وابستہ عزیزانِ گرامی اپنے تعلیمی دور میں جس طرح بے راہروی، آوارگی اور اسلحہ چلانے میں تاک ہو رہے ہیں اس کے ثمر تلخ سے اب سارا ملک بیخ رہا ہے —— ظاہر ہے کہ

یہی نونہالانِ وطن فارغ ہو کر میدان میں جاتے ہیں یہی ملکی انتظامیہ کے کل پرزے بنتے ہیں۔ انہی سے عدالتوں کی رونق ہوتی ہے۔ اور جب یہ بیرونی سفارت کاری سے ملکی نظم تک میں بدعنوانیاں کرتے ہیں تو ہم گلہ کرتے ہیں حالانکہ یہ قصور ان کا نہیں ہمارا ہے کہ ہم نے آزادی کے تقاضوں کو نہ سمجھا اور اس کے مطابق اپنا تعلیمی نظام نہ ڈھالا۔

ہر نئی انتظامیہ نے جنرک سکیم ٹائپ سکیموں کے بل بوتے پر اپنی اہمیت جتلائی لیکن گستاخی معاف ایک خاص حد تک عربی زبان پڑھا دینے یا اسلامیات کے نام پر چند پیشہ ور اور مجبوب نظر مصنفین کی بے مقصد کتابیں پڑھانے سے مسئلہ حل نہ ہو گا —— آپ کا تعلیمی میدان میں تجربہ وسیع ہے اور جدید تعلیمی میدان میں اپنا مخصوص اور منفرد مقام رکھنے کے ساتھ ساتھ آپ کو قدیم سے بھی ایک گونہ دلچسپی ہے — اور مدارس عربیہ کے فضلاء کی سندات کو یہ مقام دلانے میں آپ نے جو رول ادا کیا ہے اس کا بھی ہمیں اندازہ ہے۔ اس لئے ہماری درخواست یہ ہے کہ وزارت کی چھتری جو آپ کو میسّر آئی اس کی ناپائیداری پر نظر رکھتے ہوئے کوئی ایسا کارنامہ سرانجام دے جائیں کہ اس محدود زندگی کے شب و روز ختم ہو جانے کے بعد ایک نیکو نام کی حیثیت سے آپ کا نام دنیا میں زندہ و تابندہ رہے۔

اصل کام تو وہی ہے کہ جدید و قدیم کے اس خوفناک بُعد کو ختم کرنے کا انقلابی منصوبہ بنا کر ان دیواروں کو ڈھا دیں جو مکتب و مسجد اور کالج کے درمیان حائل ہیں۔

اور ابتدائی طور پر قدیم نصاب کے فضلاء کو دی جانے والی مراعات کو عملی شکل دینے کی غرض سے مؤثر اور ٹھوس قدم اٹھائیں اس طرح کہ معقول تعداد میں ان کا کوٹہ مقرر ہو اور مدارس کی ان مختلف تنظیموں کے قیام سے قبل ان مدارس سے فارغ ہونے والے باصلاحیت اور صاحب استعداد طلبہ کو بھی اس میں شامل کریں تاکہ ملک کے تعلیمی نظام میں ایک ایسا انقلاب بپا ہو سکے۔ جس کے نتیجہ میں اسیر مالٹا مولانا محمود حسن کا وہ خواب حقیقی معنوں میں اس طرح شرمندہ تعبیر ہو کہ:۔

"یہ دونوں نظام آپس میں
گلے مل جائیں"

امید ہے کہ آپ ہماری گذارشات پر خصوصی توجہ دیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عزم و حوصلہ عطا فرمائے۔

خیر اندیش، محمد سعید الرحمٰن علوی
۱۵ رجب ۱۴۰۳ ھ

ضروری اطلاع

اس شمارہ میں مرکزی وزیر تعلیم کی خدمت میں جو گذارشات پیش کی جا رہی ہیں ان کا دِقّتِ نظر سے مطالعہ فرما کر ملک کے نظامِ تعلیم کی اصلاح کے لئے اپنی جاندار اور ٹھوس آراء سے ہمیں مطلع فرمائیں۔ تاکہ انہیں مرتّب شکل میں سامنے لایا جا سکے۔

دوسری گذارش جو بطور خاص فضلاء مدارس عربیہ (وفاق المدارس العربیہ، تنظیم المدارس العربیہ اور وفاق المدارس السلفیہ) سے ہے کہ ان میں سے جس کسی نے سررشتہ تعلیم میں بہ سلسلہ ملازمت درخواست دے رکھی ہو وہ اپنی درخواست کی ایک کاپی اور جملہ کوائف تعلیمی ہمیں ارسال کریں۔ تاکہ اپنے حق کے حصول کے لئے آئینی اور قانونی لائحہ عمل اختیار کرکے مؤثر و منظم جدوجہد کی جا سکے۔ والسلام

محمد سعید الرحمٰن علوی (مدیر خدام الدین) ۱۲۔ اے شاہ جمال لاہور

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

تحفۂ معراج ؛ الصّلٰوۃ، الصّلٰوۃ

مسلمان قوم کی غفلت اور اس کے المناک نتائج

جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

بعد از خطبہ مسنونہ :-

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم :-

اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ

بزرگان محترم ! برادرانِ عزیز!

اس ماہ مبارک کی ۲۷ کو مصدقہ روایات کے مطابق حضور نبی مکرم رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کے معراج کا واقعہ پیش آیا ــــــ بخاری شریف کی شروح فتح الباری اور عینی کے مطابق رجب ہی وہ مہینہ ہے جس میں یہ عظیم الشان سفر پیش آیا جس کے ابتدائی حصہ کا ذکر سورۂ بنی اسرائیل کی ابتدا میں ہے تو ایک حصہ کا ذکر سورۂ نجم میں۔

حدیث معراج

اور حدیث میں بڑی تفصیل کے ساتھ اس کا ذکر آیا ہے۔ حضرت الامام لاہوری قدس سرہٗ کے رسالہ "تحفہ معراج" کے حوالہ سے اس کی تلخیص پیش کر کے آخر میں "تحفہ معراج" پر ذرا سی گفتگو ہوگی۔

حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی مکرم علیہ السلام نے فرمایا کہ مَیں حطیم میں لیٹا ہُوا تھا کہ ایک صاحب نے آکر میرا دل نکالا۔ سونے کی طشتری جو ایمان سے بھری ہوئی تھی لائی گئی۔ میرا دل دھو کر اس میں ایمان بھر کر اپنی جگہ رکھ دیا پھر براق نامی سفید رنگ کی سواری لائی گئی مجھے اس پر سوار کر دیا گیا ــــــ سفر کا ایک مرحلہ بیت اللہ اور بیت المقدس کا تھا۔ جس کو قرآن نے من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ کے عنوان سے ذکر کیا ہے اور بتلایا کہ یہ سرزمین برکت تھی اور اس سفر کا مقصد اپنے نبی کو عجائباتِ قدرت دکھلانا تھا ــــــ مسجد میں انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھانے کے بعد اگلا سفر شروع ہونے سے قبل دودھ اور شراب کے پیالوں کا ذکر ہے جس میں سے دودھ کو آپؐ نے نوش جاں فرمایا اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے فرشتہ نے اس پر آپؐ کی تحسین کی اور امت کے لئے باعث برکت بتلایا۔ پھر ہر آسمان پر جانے کا ذکر ہے۔ اور ہر آسمان پر انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کا تذکرہ ــــــ پہلے آسمان پر آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ اپنے جدّ ِ بزرگوار کو حضور علیہ السلام نے سلام کیا۔ انہوں نے دعائیں دیں پھر دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام سے ملاقات ہوئی۔ ان سے سلام کلام ہُوا۔ اسی طرح تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام چوتھے پر حضرت ادریس علیہ السلام، پانچویں پر ہارون علیہ السلام، چھٹے پر موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ سب سے سلام کلام ہُوا۔ سب انبیاء نے آپؐ کو برادرِ مکرم و معظم کے نام سے یاد کیا، استقبال کیا تا آنکہ ساتویں آسمان پر جدّ الانبیا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ سلام ہُوا انہوں نے دعائیں دیں، ابراہیم علیہ السلام کے ایک صاحبزادے اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے حضور علیہ السلام "آخر آمد بُود فخر الاولین" کا مصداق ہیں۔ آپ کی دعوت کا مرکز مکہ معظمہ کی بے آب و گیاہ زمین تھی۔ انہی ابراہیم و اسمٰعیل علیہم السلام نے بحکم ربّانی خانہ کعبہ بنا کر اس شہر مقدس کی برکت کی دعا کی۔ اور اسی میں اس امام الانبیاء کی بعثت کی دعا کی یہ دعائیں قبول ہوئیں۔ آج ان دعاؤں کا ثمر محمدؐ عربی علیہ السلام کی شکل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے تھا۔ اس لئے ان کی خوشیاں بجا تھیں ــــــ ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کے بعد سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا۔ جس کا ذکر سورۂ نجم میں ہے وہاں چار دریاؤں کا پیغمبر اعظم نے ذکر کیا جن میں سے دو نیل و فرات ہیں تو دو کا تعلق جنّت سے ہے ــــــ اب بیت المعمور کا نمبر تھا، یہاں پھر دودھ، شہد اور شراب کے برتنوں کا ذکر ہے ــــــ بعض میں دونوں جگہ۔ یہاں بھی دودھ کا برتن آپ نے لیا۔ اس پر جبرئیل علیہ السلام نے اللہ کی طرف سے تحسین فرمائی اور امت کے لیۓ برکت کا راز بتلایا۔ پھر پچاس نمازوں کا ذکر ہے جو واپسی پر موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات اور توجہ دلانے سے بار بار اللہ کے دربار میں حاضری کے سبب پانچ رہ گئیں۔ پانچ کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے اپنے تجربہ کی بنیاد پر تخفیف کی درخواست کرنے کو کہا لیکن حضور علیہ السلام نے فرمایا اب مجھے شرم آتی ہے اب مَیں راضی ہو جاتا ہوں اور اپنا اور امّت کا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں ــــــ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں آگے گذرا تو ایک منادی نے آواز دی۔

"مَیں نے اپنے مقرر کیے ہوئے حکم کو پورا کر لیا اور اپنے بندوں سے تخفیف بھی کر دی۔"

جس کا مطلب علماء نے یہ لکھا ہے کہ ایک نیکی پر کم از کم دس گنا اجر کے قانون کی طرف اشارہ ہے من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا، اور یہ کم از کم اجر ہے۔ گویا ۵ نمازیں ۵۰ کا ثواب ــــــ اللہ کی دین اور اس کا کرم ہے۔

تحفہ معراج

گویا اللہ تبارک و تعالےٰ نے اپنے عزیز ترین اور محبوب ترین نبی کو اس عظیم سفر کے موقع پر "صلاۃ" کا عظیم تحفہ عنایت فرمایا جس کو اللہ کے نبی علیہ السلام نے "مومنوں کی معراج" ارشاد فرمایا ہے۔ گویا نبی رحمت علیہ السلام نے امت کے حق میں اپنے رحمت اللعالمین کا اس طرح مظاہرہ فرمایا کہ "معراج" کی سعادت سے امت کو اس طرح بہرہ ور فرمایا معراج کیا ہے ؟ قربِ خداوندی۔ اتنا قرب، جس کے بعد قرب کا کوئی مقام نہیں۔ اور یہ عزت و اعزاز اللہ نے اپنے نبی کو بخشا اور نبی کے امتیوں کے لئے یہ سعادت نماز میں رکھ چھوڑی ــــــ فرمایا نبی علیہ السلام نے کہ بندہ اللہ تعالےٰ کے اس وقت سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے جب وہ سجدہ میں ہوتا ہے ــــــ سوچیں جب بندہ اپنے وجود کے انتہائی قابل احترام حصہ (چہرہ) کو زمین پر رکھتا ہے اور اپنی جبین نیاز کو رب کائنات کے حضور رکھ کر اس کی عظمت و کبریائی کا زبانِ حال و قال سے اقرار و اعتراف

کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس پر کتنے مہربان ہوتے ہوں گے ——؟ عجز و انکساری کا اس سے آگے کوئی مقام نہیں اور عجز و انکساری اللہ تعالےٰ کو اتنی محبوب ہے کہ جو ایسا کر گذرتا ہے، اللہ تعالےٰ اس کو رفعت و بلندی فرماتے ہیں۔

حدیث میں ہے۔ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ ۔ حضور علیہ السلام نے صلاۃ کو جہاں معراج مومنین فرمایا۔ وہاں اسے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک بھی بتلایا —— اسے دین کا ستون بھی قرار دیا —— اسے صبح قیامت بندہ کے لئے نور و برہان اور حجت بھی بتلایا —— آپ کو نماز سے جو تعلق خاطر تھا اور اسلام میں اس کی جو اہمیت تھی اس کا اندازہ اس سے فرمائیں کہ آخری وقت کی اہم ترین وصایا میں الصلاۃ الصلاۃ بار بار فرمایا۔ اور جب خود مسجد میں جا کر امامت کی سکت نہ رہی تو صرف یہی مسئلہ تھا جس کا اہتمام کرتے ہوئے فرمایا "ابوبکرؓ سے کہیں کہ جا کر لوگوں کو نماز پڑھائیں —— اور صحابہ کرامؓ "صلاۃ" کی اہمیت سے چونکہ واقف تھے اس لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت کے استحقاق پر تبصرہ کرتے ہوئے یوں فرمایا :۔ کہ

"جب اللہ کے نبی علیہ السلام نے ہمارے دین (صلاۃ) کے لئے انہیں منتخب کیا تو ہم اپنی دنیا (کارِ حکومت و سلطنت) کے لئے ان پر کیوں اعتماد نہ کریں"۔

عزیزان گرامی! ایک صحیح الفطرت اور عادل حکومت کے فرائض اور ذمہ داریوں میں پہلا فرض "اقامت صلاۃ" کا ہے اور حضور علیہ السلام صلاۃ چھوڑ تارکین جماعت کے گھر جلانے کا عزم رکھتے اور فرماتے کہ گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو یہ کام ضرور ہو جاتا۔ ادھر آپ دیکھیں والدین کو سات سال کے بچے کے لیے نماز کی تاکید ہے۔ اور دس برس کی عمر میں مارنے کا حکم ہے تاکہ نماز کا عادی بن جائے۔

قرآن عزیز کا ہر ہر پارہ ہر ہر سورۃ اس فریضہ مقدسہ کے متعلق مسلمان قوم کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتی ہے لیکن آج کا مسلمان جس طرح اس فریضہ سے غافل ہے اس سے زیادہ شاید کسی فریضہ سے غافل ہو —— یہ قدر ہے گویا ہمارے دل میں اس تحفہ معراج کی ؟ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

اللہ کی نعمتوں کی اس ناقدری کے بعد دنیا میں عزت و وقار کی خواہش ایک دیوانے کا خواب ہے اور کچھ نہیں —— کامیابی، فرائض و انعاماتِ خداوندی کا حق ادا کرنے میں ہے اور بس۔ اے کاش ہماری آنکھیں کھلیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین۔

تنظیم اہلسنت پاکستان

کی مجلس نمائندگان کا اجلاس

بکیم شعبان بمطابق ۱۴ رمئی ملتان میں ہوگا جس میں آئندہ دو سال کے لئے مرکزی انتخابات عمل میں آئیں گے اور سابقہ کارکردگی پر غور ہوگا تمام نمائندگان کو دعوت نامے بھیج دئے گئے ہیں۔ اگر کسی صاحب کو دعوت نامہ کسی وجہ سے نہ مل سکے تو اس اطلاع کو دعوت نامہ سمجھ کر تشریف لادیں تاکہ ملک میں حالیہ عشر زکوٰۃ کے نفاذ سے متعلق پیدا شدہ مسائل پر غور کر کے قابل عمل تجاویز مرتب ہو سکیں فقط

(عثمانی) ناظم دفتر
تنظیم اہلسنت، ملتان، پاکستان

اطلاع عام

ہر قسم کے عطیات و صدقات، لنگر اور زکوٰۃ کی رقوم براہ راست دفتر میں جمع کروا کر رسید ضرور حاصل کریں۔

امیر انجمن خدام الدین لاہور

شخصیت اور خدمات

امیر المومنین سیّدنا معاویہؓ رضی اللہ عنہ

محمّد عظیم الدین صدیقی

بچپن

سیدنا حضرت معاویہؓ بعثت نبوی سے قریباً پانچ برس پہلے مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام حضرت ابوسفیانؓ اور والدہ کا نام سیدہ حضرت ہندہؓ ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں عبد مناف پر جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ و اصحابہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ آپ میں بچپن ہی سے امارت و سیادت اور ہونہاری کے آثار نمایاں تھے۔ آپ کا لڑکپن بڑے ناز و نعم اور لاڈ پیار سے گذرا۔ والدین نے آپ کی تربیت و پرورش پر خصوصی توجہ دی اور گونا گوں علوم و فنون سے آپ کو آراستہ کیا۔ چنانچہ جب آپ نے سن شعور سے گذر کر جوانی کی حدود میں قدم رکھا تو اس وقت سپہ گری، شہسواری، شمشیر زنی، تیر اندازی، خطابت اور نسب دانی وغیرہ ان تمام کمالات میں آپ کو امتیازی شان حاصل تھی جو اہل عرب کے نزدیک حسن و خوبی اور کمال کا معیار شمار کئے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں اللہ نے آپ کو نسبی شرافت و نجابت کے ساتھ ساتھ شجاعت، سخاوت و بردباری و قناعت، آداب و اخلاق تدبر و سیاست اور اصابت رائے جیسے اوصاف بھی بدرجہ اتم عنایت فرمائے تھے۔

سنِ شعور

سیّدنا معاویہؓ نے سنِ شعور میں قدم رکھا تو اس وقت مکہ مکرمہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و اصحابہ وسلم کے خلاف دشمنی و عداوت کا بازار گرم تھا۔ بنو ہاشم اور غیر بنو ہاشم تمام ہی قبیلے مخالفت و شرانگیزی پر آمادہ تھے۔ سیّدنا معاویہؓ کے والد حضرت ابوسفیانؓ بھی اس وقت تک مخالف کیمپ میں شامل تھے۔ نیز آپ کے نانا عقبہ تو حضور علیہ السلام کے سخت دشمن تھے۔ اس کے برعکس آپ کے ماموں حضرت حذیفہؓ، آپ کی بہن سیّدہ ام حبیبہؓ اور آپ کے بڑے بھائی سیدنا یزیدؓ بن ابی سفیان مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔ محبت و عداوت کے اس رلے ملے ماحول میں اللہ تعالےٰ نے حضرت معاویہؓ کو جس راہ پر گامزن رہنے کی توفیق ارزانی فرمائی، بلاشبہ وہ آپ پر اللہ کا خصوصی فضل ہی نہیں۔ بلکہ وہ امتیازی شان ہے جس میں آپ کے ساتھ اس وقت کا کوئی دوسرا انسان شریک نہیں۔ اسلام کے آغوش اور نیکی کے ماحول میں پرورش اور تربیت پانے والا بچہ اگر اسلام اور نیکی کی راہ اختیار کرتا ہے تو بلاشبہ یہ ایک بہت بڑا فضل و شرف ہے۔ لیکن اسے غیر معمولی کمال قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ اچھے ماحول کا اچھا اثر ہونا فطری بات ہے۔ اس کے بالمقابل سراسر غلط یا اچھائی اور برائی سے مخلوط ماحول میں رہ کر برائی سے بچے رہنا اور سچائی و صداقت کو قبول کرنا غیر معمولی کمال ہے جو بہت کم افراد کو نصیب ہوا کرتا ہے سیدنا معاویہؓ ان ہی خوش قسمت افراد میں سے ہیں جنھوں نے خاندان کی عداوت و دشمنی کے برعکس آغاز ہی سے دین اسلام کو بصدقِ دل قبول کر لیا تھا۔ اگرچہ بعض

ناگزیر مجبوریوں کی وجہ سے کئی دوسرے لوگوں کی طرح انہوں نے اسلام کا اعلان کئی برس بعد میں کیا۔ حضرت معاویہ رض کے شروع ہی سے مسلمان ہونے کی واضح دلیل یہ ہے کہ جب مکہ کے ہاشمی و غیر ہاشمی سب ہی افراد، نہ صرف نوجوان مرد بلکہ عورتیں اور بچے اسلام دشمنی میں سرگرم عمل تھے اس وقت حضرت معاویہ رض نے اسلام دشمن سرگرمیوں اور عداوتِ رسول مظاہروں میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ اس کے برخلاف حضرت معاویہ رض کی قیامگاہ یعنی آپ کے والد حضرت ابوسفیان رض کا مکان آنحضرت صلی اللہ علیہ و اصحابہ وسلم کے لئے مشرکین مکہ کی ایذا رسانی سے پناہ گاہ ثابت ہوتا تھا۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رح نے طبقات ابن سعد کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ :۔

"نبی کریم صلی اللہ علیہ و اصحابہ وسلم کو جب مشرکین مکہ اذیت و تکلیف پہنچاتے تو آپ ابو سفیان رض کے گھر ہی میں پناہ لیا کرتے تھے۔"

(الاصابہ ج ۲ ص ۱۷۹، المنتہیٰ ص ۲۵۳)

اسی احسان کا بدلہ اور شکریہ حضور علیہ السلام نے فتح مکہ کے موقع پر یہ اعلان فرما کر ادا کیا من دخل دار ابی سفیان فھو من۔ یعنی ندائے اسلام کی عسرتوں اور پریشانیوں میں جو مکان پناہ گاہِ رسول بنا۔ آج جو شخص بھی اس میں پناہ حاصل کرے گا اسے امان دے دی جائے گی۔

حضرت معاویہ رض کی یہی روش حضور علیہ السلام کی ہجرت کے بعد بھی قائم رہی —— اس وقت آپ جوان العمر تھے۔ ماہرِ حرب اور بہادر تھے۔ آپ کے ہم عمر نوجوان بڑھ چڑھ کر جنگوں میں حصہ لے رہے تھے۔ نبی اکرم علیہ السلام کے عم زادوں طالب اور عقیل نے بھی بدر کے میدان میں اسلام کے خلاف صف آرائی میں بھرپور حصہ لیا۔ اور طالب تو اسی جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھوں ہلاک بھی ہوا۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود حضرت معاویہ رض بدر، احد، خندق وغیرہ کسی موقعہ پر اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف صف آرا دکھائی نہیں دیتے۔ وجہ یہی ہے کہ آپ کے دل میں شروع ہی سے اسلام کی حقانیت کے گہرے نقوش ثبت ہو چکے تھے —— فتح مکہ سے ایک دو روز پہلے آپ کے والد حضرت ابوسفیان نے بھی اسلام قبول کر لیا تو ان کے ساتھ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ حضور علیہ السلام انہیں دیکھ کر مسکرائے۔ مبارکباد دی اور اپنے قریب بٹھایا —— اس کے بعد آپ نے اپنے والد حضرت ابوسفیان رض کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت فرمائی اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ و اصحابہ وسلم کی وفات تک وہیں رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و اصحابہ وسلم نے آپ کو کتابت وحی کا منصب عطا فرمایا۔ کتابت وحی کا یہ عالی منصب اگرچہ بعض دوسرے صحابہ رض کو بھی حاصل تھا تاہم حضرت معاویہ رض ماہر کاتب و خوشنویس تھے۔ اور پھر آپ کی زوجہ مطہرہ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رض کے بھائی ہونے کی وجہ سے قریب ترین عزیز بھی تھے۔ اس لئے اس منصب پر فائز ہونے کے بعد عموماً نہ صرف وحی ربانی بلکہ حضور علیہ السلام کے دیگر مراسلات و خطوط بھی آپ ہی تحریر فرمایا کرتے تھے۔

نبی مکرم صلی اللہ علیہ و اصحابہ وسلم کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق رض نے مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لئے حضرت خالد رض بن ولید کی زیر کمان لشکر روانہ کیا تو اس میں حضرت معاویہ رض بھی شامل تھے اور علامہ حافظ ابن کثیر رح دمشقی کی روایت کے مطابق مسیلمہ کذاب کو حضرت معاویہ رض ہی نے قتل کیا۔

انہ ھوالذی قتل مسیلمۃ۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۱۷)

ذمہ داریاں

خلیفۃ الرسول سیدنا ابوبکر رض نے جب آپ کے بڑے بھائی سیدنا یزید رض بن ابی سفیان رض کو شامی مہم پر کمانڈر مقرر کر کے روانہ کیا تو ان کے ساتھ حضرت معاویہ رض کو علم بردار متعین فرما کر روانہ کیا۔ آپ نے اپنے بڑے بھائی کے ساتھ رہ کر شام کی فتوحات میں نمایاں حصہ لیا۔ اور جب ۱۸ھ میں آپ کے برادر بزرگ حضرت یزید رض کا انتقال ہو گیا تو امام عادل حضرت عمر فاروق اعظم رض نے آپ کو ان کی جگہ شام کا گورنر مقرر فرمایا۔ پورے عہدِ فاروقی میں آپ تسخیر و فتوحات اور دیگر انسانی و اسلامی خدمات انجام دیتے رہے۔ حضرت معاویہ رض خلافتِ فاروقی کے اس قدر معتمد گورنر اور سپہ سالار تھے کہ حضرت عمر رض کو آپ کی طرف سے کبھی کوئی شکایت پیدا نہ ہوئی اور اس طرح آپ شام جیسے اہم صوبے اور رومی سلطنت کے سرحدی علاقے پر عصار و پشتیبانِ اسلام کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔

گورنرشپ

عجمی سازش کے ہاتھوں سیدنا حضرت عمر رض کی شہادت کے بعد خلیفہ ثالث، دامادِ رسول، حضرت عثمان ذوالنورین رض نے بھی حسب سابق حضرت معاویہ رض کو اپنی خداداد صلاحیتوں کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کی خدمات کے مواقع دیئے چنانچہ اسی عثمانی عہدِ خلافت میں آپ نے "اسلامی بحریہ" تشکیل دیا۔ اور پھر اپنی ہی زیر قیادت ۲۸ھ میں قبرص پر لشکر کشی فرمائی —— "مجاہدین قبرص" کا یہی وہ لشکر تھا جسے صحیح بخاری جلد اول ص ۴۱۰ کی روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "قد اوجبوا" فرما کر جنتی ہونے کی بشارت عنایت فرمائی —— بایں طور سیدنا معاویہ رض ہی وہ محسن شخصیت ہیں جن کی خداداد صلاحیت اور انتھک کوششوں سے مسلمان قوم سب سے پہلی مرتبہ بحری بیڑے سے آشنا اور بحری جہاد سے سرفراز ہوئی۔ لیکن کس قدر احسان فراموشی اور محسن کشی کی بات ہے کہ سمندری سرگرمیوں اور کارناموں پر اعزازی نشانات اور انعامی تمغہ جات کے سلسلہ میں "بانی اسلامی بحریہ" سیدنا معاویہ رض کو یکسر فراموش و نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔

خانہ جنگیوں میں

۳۵ھ میں عجمی فتنہ پردازوں نے مسلمان معاشرے کے بعض کمزور گوشوں کی آڑ لے کر سیدنا حضرت عثمان رض کے خلاف شورش کھڑی کی۔ اور بالآخر حضرت عثمان رض کو مظلوم شہید کر کے سیدنا حضرت علی رض کی خلافت کا اعلان کر دیا۔ لیکن حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ و اصحابہ وسلم کے ہاتھ پر قصاصِ عثمان رض کی خاطر لی جانے والی بیعت نے پوری اسلامی ریاست میں قصاصِ عثمان رض کا صور پھونک کر رکھ دیا اور پھر ان عجمی عناصر کے تسلط سے پیدا شدہ نتائج اور خانہ جنگیوں میں حضرت علی رض کا ساڑھے چار سالہ دور گذر گیا۔ رمضان ۴۰ھ ہجری کوفہ میں سیدنا حضرت علی رض کی شہادت کے بعد سیدنا حضرت حسن رض کوفہ کے خلیفہ مقرر ہوئے۔ انہوں نے جلد ہی حالات کی پیچیدگی و نزاکت کا احساس کر کے چھ ماہ بعد سیدنا معاویہ رض پر خلافت کی بیعت کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ و اصحابہ وسلم کے اس ارشاد کی عملی تعبیر و تفسیر پیش فرمائی :۔

"رات اور دن کی گردش اس وقت تک ختم نہ ہو گی جب تک کہ معاویہ رض خلیفہ نہ ہو جائیں۔"

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۱)

عام الجماعۃ

۲۱ ربیع الاول ۴۱ھ ہجری کی وہ مبارک گھڑی، جسے سالوں کی خانہ جنگیوں کے بعد "عام الجماعۃ" یعنی اتحاد و اتفاق اور اجتماعیت کے نام سے تاریخ نے اپنے سینہ

ہیں محفوظ رکھا ہے ۔ اس وقت سے لے کر ۲۲ر رجب سنہ ۶۰ ہجری یعنی اپنی وفات تک حضرت معاویہؓ اسلام اور مسلمان ہی نہیں ، بلکہ انسانیت کی خدمات جلیلہ انجام دیتے رہے ———— مشہور رومی دارالحکومت قسطنطنیہ پر پہلی چڑھائی بھی آپ ہی کے مقدس دور کی ناقابل انکار یادگار ہے جو آپؓ کے بیٹے کی زیر کمان اور جیّد صحابہؓ کی بابرکت موجودگی میں کی گئی ——— اور جس کے تمام مجاہدین کو نبی مکرم صلی اللہ علیہ و اصحابہ وسلم کی نے مغفرت یافتہ اور جنتی ارشاد فرمایا ہے :

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۱۰)

خلاصۂ کلام یہ کہ سیّدنا معاویہؓ دنیائے اسلام کی ان مقتدر اور باعظمت ہستیوں میں سے ہیں جن کے احسانات و خدمات سے مسلمان قوم کبھی بھی سبکدوش نہیں ہو سکتی ۔ آپ اکابر صحابہؓ کی صف میں ممتاز مقام کے حامل ہیں ۔ رشتہ میں حضور مکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ و اصحابہ وسلم کے سالے اور برادر نسبتی ہیں ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و اصحابہ وسلم آپ کو دیکھ کر خوشی کا اظہار فرماتے تھے —— زندگی بھر دربار رسالت میں حاضر رہ کر خدمت کی اور وفات نبوی علیہ السلام کے بعد مسلسل چالیس بیالیس سال دین برحق کے مخلص کارکن کی طرح مصروف جہد و جہاد رہے ۔ اور ۲۲ر رجب سنہ ۶۰ ہجری ۷۸ سال کی عمر کو اللہ کو پیارے ہو گئے ہے

الٰہی پھر وہی شوکت ملے دین پیمبرؐ کو
الٰہی پھر کوئی ابن ابی سفیان پیدا کر

قسط ۲

اسلام اور انسانیّت کی بقاء

مولانا سعید احمد اکبر آبادی ، سابق صدر شعبہ علوم اسلامی مسلم یونیورسٹی ۔ علی گڑھ

اگر تجزیہ و تحلیل سے کام لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ شر و فساد اور ظلم و عدوان کے اسباب حسب ذیل ہوتے ہیں :-

۱ ۔ اتباع ہوا ، یعنی ایک فرد یا ایک جماعت چند غلط تصورات کے ماتحت اپنی خواہشات نفس اور اہوائے فاسدہ و باطلہ کا غلام بن کر ایک ایسا اقدام کرتی ہے جو سوسائٹی کے شیرازۂ امن و عافیت کو درہم و برہم کر کے رکھ دیتی ہے ۔

۲ ۔ مذہب کا اختلاف ۔

۳ ۔ رنگ و نسل اور قومیت کا اختلاف اور

۴ ۔ سرمایہ داری اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی طبقاتیت ۔

اب ملاحظہ فرمایئے کہ اسلام نے ان سب اسباب کی بیخ کنی کس طرح کی ہے ؟

اتباعِ ہوٰی : ایک انسان خواہشات نفس کی پیروی اس وقت کرتا ہے جب کہ ان کے لئے کوئی قدغن نہ ہو ۔ اسلام نے عقیدۂ توحید و یوم آخرت کے ذریعہ نفس انسانی کو اپنی ذاتی خواہشات سے ایسا پاک و صاف کیا کہ اب اسی کی اپنی کوئی ذاتی خواہش رہی ہی نہیں اور اس کا جو کام بھی تھا وہ رضائے رب اور خوشنودئ الٰہی کے لئے تھا نفس انسانی میں یہ صفت تزکیہ کے ذریعہ پیدا ہوتی ہے ۔ اس بنا پر قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے جو تین مقاصد بیان کئے گئے ہیں ان میں نمبر ۲ تزکیہ کا ہے ۔ ارشاد ہوا :-

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ (الجمعہ)

یہ وہی ہے جس نے ناواقف لوگوں میں انہیں میں سے ایک رسول اٹھایا جو ان لوگوں پہ اللہ کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیۂ نفس کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے ، اگرچہ یہ لوگ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے ۔

پھر عقیدہ کے ذریعہ تزکیۂ نفس کے علاوہ اتباع ہوا کی مذمت اور ترک ہوا کی ترغیب و تحریص میں شد و مد کے ساتھ قرآن میں اس کثرت سے آیات ہیں کہ ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ اسلام نام ترک ہوا یعنی SELFCONTROL اور SELFRESISTENCE کا ہی ہے ، چنانچہ ایک مقام پر تو جنت و دوزخ کا انحصار ہی ترک و اتباع ہوا پر رکھا گیا ہے ، فرمایا گیا :-

فَأَمَّا مَن طَغَىٰ وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۝

(النازعات)

پس وہ لوگ جو سرکشی کرتے ہیں اور دنیا کی زندگی کو چمٹے ہوئے ہیں تو بس ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے ، اور اس کے مقابل وہ لوگ جن کو اپنے رب کے سامنے پیش ہونے کا ڈر ہے اور جو نفس کو خواہشات کی پیروی کرنے سے روکتے ہیں ان کا ٹھکانہ جنت ہے ۔

یہ خواہشات نفس وہی ہیں جن کو فلسفۂ اخلاق کی زبان میں رذائل اور سائیکالوجی کی اصطلاح میں منفی جذبات NEGATIVIPASSION کہتے ہیں ۔ امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم اور مشائخ و صوفیائے اسلام کے ملفوظات و مکتوبات کا مطالعہ کیجئے ، آپ کو اندازہ ہو گا کہ امراض نفسانی کے ان طبیبوں نے ایک ایک مرض ، اسکی قسموں اور علامتوں SYMPTOMS کا جائزہ کس دقیقہ رسی اور وسعت نظر سے لیا ہے اور پھر کس حذاقت و دیدہ دری سے ایک ایک مرض کا علاج تجویز کیا ہے کہ اگر کوئی شخص صحابۂ کرامؓ اور اولیائے عظام کی طرح شفاخانۂ حجاز کے اس نسخہ پر عامل ہو جائے تو اقبالؔ کی زبان میں کہہ سکتا ہے ۔

؎ در دشتِ جنونِ من جبریل زبوں صیدے
یزداں بکمند آور اے ہمت مردانہ!

اس لے کو ذرا اور بڑھائیے تو معلوم ہوگا کہ یہی ترکِ ہوا، درحقیقت لاالٰہ ہے۔ اور جب نفی نفی سے ایک مثبت حقیقت ابھرتی ہے تو وہ الااللہ کا روپ دھار لیتی ہے۔

۲۔ اختلافِ مذہب: اسلام کا دعویٰ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے پیغمبر آئے۔ اور یہ دنیا کے ہر ملک اور ہر قوم میں آئے وَمَامِنْ اُمَّۃٍ اِلَّاخَلَافِیْھَا نَذِیْر۔ وہ بنیادی طور پر ایک ہی پیغام ایمان و عمل صالح کا لے کر آتے رہے، البتہ ان کی شریعتیں زمانی اور مکانی حالات وظروف کے اختلاف کی رعائت کے باعث مختلف اور متنوع رہیں! اور ہر پیغمبر سابق اپنے بعد آنے والے یعنی پیغمبر لاحق کی آمد سے اپنے پیروؤں کو مطلع کرتا رہا تاکہ جب وہ آجائے تو لوگ اس کی اطاعت اور نئی شریعت پر عمل کریں۔

اسی طرح ہوتے ہوتے یہ سلسلہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا، اور آپؐ پر ختم ہوگیا۔ اس کے وجوہ یہ ہیں:۔

ا۔ قرآن مجید میں وہ تمام صداقتیں اور سچائیاں یکجا مجتمع ہیں جو انبیائے سابقین میں سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی رہیں۔

ب۔ انبیائے سابقین کی تعلیمات میں بعض تاریخی عوامل کے زیر اثر جو تحریفات ہوگئی تھیں قرآن میں ان کی تصحیح کر دی گئی ہے۔

ج۔ انبیائے سابقین کی جو تعلیمات تشنہ تھیں انہیں مکمل، جو مجمل تھیں انہیں مفصل اور جو وقتی اور مکانی تھیں انہیں ہمہ گیر و عالم گیر اور ابدی بنا کر بیان کر دیا گیا ہے۔

د۔ انبیائے سابقین کی بعثت کسی خاص قوم کی طرف ہوتی تھی اس لئے ان کی شریعت میں اس خاص قوم کے زمانی و مکانی حالات کی رعایت ہوتی تھی لیکن محمد رسول اللہ کی بعثت ساری دنیا اور ہر زمانہ کے لئے ہے۔ اس لئے شریعت محمدی نہایت جامع ہے۔ اور اس میں ہر دور اور ہر زمانہ کے اقوام عالم کے تہذیبی و تمدنی حالات کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

ان وجوہ کی بنا پر اسلام کہتا ہے کہ اب مدار نجات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور آپ کی شریعت پر عمل پیرا ہونا ہے۔

لیکن اس کے معنی یہ ہرگز نہیں ہیں کہ وہ دوسرے مذاہب کی تحقیر و تذلیل کو روا رکھتا ہے بلکہ اس کے برعکس قرآن کا اعلان تو یہ ہے:

كَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً فَبَعَثَ اللّٰہُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ وَاَنْزَلَ مَعَھُمُ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِیَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ فِیْمَا اخْتَلَفُوْا فِیْہِ۔ (البقرہ)

سب لوگ ایک ہی اُمت تھے، اس لئے اللہ ان میں بشیر و نذیر انبیاء مبعوث کرتا رہا اور ان کے ساتھ حق پر مشتمل کتابیں نازل کیں تاکہ لوگ جن باتوں میں اختلاف کرنے لگے ہیں یہ کتابیں ان میں فیصلہ کریں۔

اس بنا پر اسلام نے مومن ہونے کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ اللہ، یوم آخرت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اُن کے سابقین اور ان پر نازل ہونے والی کتابوں پر بھی ایمان لایا جائے یعنی اپنے اپنے زمانہ میں ان کے برحق اور صادق ہونے کا اقرار کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ اسلام میں بت پرستی سے زیادہ کوئی چیز مبغوض اور قبیح نہیں ہے، لیکن اسلام جن اخلاق فاضلہ اور تہذیب و شائستگی کی تعلیم دیتا ہے، ان کے پیش نظر قرآن میں بتوں کو بھی برا بھلا کہنے کی ممانعت کر دی گئی ہے، اسلام انسانی عقل و فہم اور قلب و نظر سے یہ اپیل ضرور کرتا ہے کہ وہ اسے قبول کرلیں، لیکن اگر کوئی اسے قبول نہیں کرتا تو وہ اس پر جبر بالکل نہیں کرتا، اس معاملہ میں وہ مکمل آزادی کا قائل اور حامی ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ۔

یعنی اب جب کہ کھرا کھوٹا اور حق و ناحق عیاں ہوگئے ہیں تو دین میں جبر کرنے کے کوئی معنی ہی نہیں۔

ایک مقام پر فرمایا گیا:

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ۝

یعنی اے محمد! آپ کا فرض ہے دعوت و تبلیغ، وہ کرتے رہئے، لیکن اگر وہ نہ مانیں تو کہئے کہ اللہ میرے لئے کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، میں نے اسی پر بھروسہ کیا ہے اور وہ صاحب عرش عظیم ہے۔

قرآن میں اس مضمون کی اور بھی آیات ہیں، یہ کہیں نہیں ہے کہ جو شخص آپؐ کا

پیغام قبول نہ کرے اس کی گردن ناپ لیجئے، کسی مذہب یا اہلِ مذہب کے بارے میں بدزبانی کرنا تو کجا۔ ارشاد نبوی ہے: اکرموا کریم کل قوم۔ یعنی جو قوم بھی ہو، اے مسلمانو! تم اس کے سربرآوردہ لوگوں کے ساتھ احترام اور تکریم کے ساتھ پیش آؤ، اس معاملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اہتمام اس درجہ تھا کہ ایک مرتبہ ایک یہودی کا جنازہ آپ کے پاس سے گذرا تو آپ کھڑے ہوگئے، لوگوں نے کہا "یہ تو یہودی کا جنازہ تھا" آپؐ نے جواب: "ہاں! مگر کیا یہ انسان نہ تھا" اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ معاشرتی آداب پر اختلاف مذہب کا اثر نہیں ہونا چاہیئے۔

۳۔ اختلاف رنگ ونسل وقومیت و وطنیت: وحدت و مساوات انسانی سے متعلق اسلام کی تعلیمات اور اس کی تاریخ اس درجہ روشن اور معلوم عوام و خواص ہیں کہ یہاں اس پر تفصیل سے گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں ہے مستشرقین اور دوست دشمن سب کو اس کا اعتراف ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کارنامہ نہایت حیرت انگیز اور بے مثال ہے کہ کل دس برس کی مدت میں عربوں میں جو خاندانی قبائلی اور رنگ ونسل کے شدید امتیازات تھے انہیں محو کرکے پورے جزیرۃ العرب کو ایک قوم اور ملتِ واحدہ بنا دیا اور محمود و ایاز کو ایک ہی صف میں دوش بدوش اس طرح لا کھڑا کیا کہ آقا و مولا کا امتیاز ناممکن ہوگیا۔ مشہور واقعہ ہے کہ بلال حبشی تھے اور غلام، مگر جب انہوں نے نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو بڑے بڑے سرداران قریش ان کو اپنا داماد بنانے کی پیش کش کر رہے تھے۔ زینبؓ بنت جحش قریش کی نہایت معزز خاتون اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھیں لیکن خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایماء پر ان کا نکاح زیدؓ بن حارثہ سے ہوا تھا۔ جو آزاد کردہ غلام تھے۔ پھر انہی زیدؓ کے بیٹے اسامہؓ تھے جنہوں نے نوعمر اور غلام زادہ ہونے کے باوصف ایک ایسے عظیم الشان لشکر کی قیادت کی تھی جس میں نامور مہاجرین و انصار سب شریک تھے، سالم بن حذیفہؓ ایک غلام تھے لیکن حضرت عمرؓ نے فرمایا: اگر سالمؓ زندہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ بناتا۔

یہ دنیا کا نہایت حیرت انگیز انقلاب درحقیقت نتیجہ تھا ان تعلیماتِ ربانی و حقانی کا جو قرآن اور سنت کے سرچشمۂ قدسی سے پھوٹی اور سننے والوں کے قلب و جگر کی گہرائیوں میں اترتی چلی گئیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوا:۔

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ط اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ۝ (الحجرات)

اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور پھر تم کو ذاتوں اور برادریوں میں اس لئے بانٹ دیا کہ تمہاری شناخت ہوسکے، اور اللہ کے نزدیک تم میں سب سے معزز وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے، بے شک اللہ علیم و خبیر ہے۔

ایک اور آیت میں ارشاد ہوا:۔

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً۔ (النساء)

اے لوگو! تم اپنے رب سے ڈرو جس نے تم سب کو ایک ہی نفس سے پیدا کیا ہے اور اسی نفس سے اس کا جوڑا پیدا کیا ہے اور پھر اس جوڑے یعنی آدم و حوا سے بکثرت مرد پیدا کئے ہیں اور عورتیں پیدا کی ہیں۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "ان آیات میں جو کچھ فرمایا گیا ہے" اس کی تشریح و توضیح اس طرح کی کہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے جس اسلامی منشور MENIFESTE OF ISLAM کا اعلان عام کیا اس میں دوسری نہایت اہم باتوں کے ساتھ یہ بھی فرمایا:

ایھا الناس الا ان ربکم واحد وان اباکم واحد الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا لاسود علی احمر الا بالتقوٰی۔

(سیرت النبی شبلی ج احسنہ دوم ص ۱۵۴)

اے لوگو! خوب اچھی طرح سن لو کہ بے شبہ تمہارا پروردگار ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے، یاد رکھو کہ کسی عرب کو غیر عرب پر، کسی گورے کو کالے پر کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت اور برتری نہیں ہے مگر ہاں پرہیز گاری ہے۔

یہ وہ اعلانِ عام تھا جس نے دفعتہً ویران کدۂ عالم کو چمن زار ہستی میں تبدیل کر دیا۔

۴۔ سرمایہ داری اور طبقاتیت

سرمایہ داری (CAPITA ISM) دنیا کی وہ

سب سے بڑی لعنت ہے جو انسانی معاشرہ میں فساد پیدا کرتی ہے۔ طبقۂ متوسط وادنیٰ کے اقتصادی جسم کا خون جونک کی طرح چوس کر جسم کو نحیف و زار کردیتی ہے۔ جس سے طبقائیت یعنی گروہ بندی کا نشوونما ہوتا ہے۔

اسلام دولتمندی کا ہرگز مخالف نہیں، وہ دولت کو خیر کہتا ہے۔ وانہ لحب الخیر لشدید۔ لیکن سرمایہ داری کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے اور کسب زر و صرف زر کے لئے ایسے ضوابط و قوانین مقرر کرتا ہے کہ ایک شخص دولتمند تو ہوسکتا ہے اور ہونا چاہیئے لیکن سرمایہ دار نہیں ہوسکتا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سرمایہ داری کے عناصر ترکیبی تین چیزیں ہیں:—

۱۔ حب و طمع زر

۲۔ جمع و ادخار زر CONCENTRATION OF WEALTH

۳۔ استحصال اور معاشی لوٹ ECONOMIC EXPLOITATION

اب آئیے ملاحظہ کیجئے اسلام نے کس طرح ان تینوں میں سے ہر ایک پر ضرب کاری لگائی ہے۔

۱۔ اسلام کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ قرآن و حدیث میں اولاً ان کی وجہ سے پورے اسلامی لٹریچر میں کس کثرت سے حب اور حرص و طمع زر کی مذمت کی گئی ہے۔

قرآن میں ہے۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۝ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝ (العادیات)

بے شک انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے اور وہ خود اس کا گواہ بھی ہے، اور وہ مال کی محبت میں بڑا سخت ہے۔

جمع و ادخار زر: اسلام میں

دولت ایک وسیلہ اور ذریعہ ہے نہ کہ مقصود بالذات اور اس لئے وہ دل لگانے، سینت سینت کر رکھنے اور جمع کرنے کی چیز ہرگز نہیں ہے! ملاحظہ کیجئے، قرآن بنیاپن اور مہاجنی ذہنیت کی شدید مذمت کس بلاغت سے کرتا ہے، ارشاد ہے:

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۝ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ۔

سخت ہلاکت ہے ان عیب چینوں اور مذاق اڑانے والوں کے لئے جو روپیہ پیسہ سینت سینت کر رکھتے ہیں اور اس کا شمار کرتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ ان کی دولت ان کو حیاتِ جاوید دے گی، خوب یاد رہے یہ سب لوگ دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔

جو لوگ اپنی دولت پر گھمنڈ کرتے ہیں، قرآن ان کو کس درجہ سخت تنبیہ کرتا ہے ارشاد ہے:

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝

تم لوگوں کو دولت کی بہتات نے بے راہ کردیا ہے، اچھا یہ اس وقت تک کی بات ہے جب تم قبروں کی زیارت کرو گے۔

اس کے بعد جو آیات ہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ جب قیامت آئے گی تو تمہیں خوب اچھی طرح پتہ چل جائے گا کہ جس دولت کی بہتات پر تم اترا رہے تھے اس کی حقیقت کیا تھی، اور پھر اس روز تم سے پوچھا جائے گا کہ اب بتاؤ تمہارا وہ سامان عیش و عشرت کہاں گیا۔

ایک اور آیت میں وعید اس سے بھی زیادہ سخت ہے، اس میں فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ سونا اور چاندی جوڑ جوڑ کر رکھتے ہیں اور اس میں اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق ادا نہیں کرتے قیامت کے دن اسی سونے اور چاندی سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں کو داغا جائے گا۔

ایک طرف دولت کے جمع کرنے پر یہ قدغن اور دوسری طرف ایک شخص کی دولت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اور خلق اللہ کے حقوق ایسے اور اتنے مقرر کردئے ہیں کہ کوئی شخص خواہ کتنی ہی بڑی آمدنی کا مالک ہو بہرحال سرمایہ دار نہیں ہوسکتا، زکوٰۃ کے علاوہ جو صاحب نصاب پر نماز کی طرح فرض اور اس سے دوسرے نمبر پر ہے اور جس میں دولت کا ڈھائی فیصد حصہ ہر سال دینا پڑتا ہے اور بھی متعدد مصارف خیر ہیں جن میں ایک دولت مند کو اپنی دولت صرف کرنی چاہیئے۔ قرآن مجید میں ان مصارف خیر کو صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے، انفاق فی سبیل اللہ کا دائرہ اس درجہ وسیع ہے کہ اس کی کوئی حد و نہایت ہی نہیں ہے، کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کے تمام محتاجوں اور ضرورت مندوں کو شامل کرلیا ہے۔

(باقی آئندہ)

سیّد السّادات

حضرت جعفر صادق علیہ الرحمۃ والرضوان کے کونڈوں کے متعلق شرعی حکم

سوال: حضرت سید السادات جعفر صادق علیہ الرحمۃ والرضوان کے کونڈے جو آجکل عوام میں مروج ہیں ان کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ (حافظ حامد محمود صدیقی)

جواب:۔ حضرت سید السادات جعفر صادق علیہ الرحمۃ والرضوان خانوادۂ نبوت کے چشم و چراغ ہیں۔ اکابرین اسلام میں آپ کا بلند مقام ہے۔

ولادت:۔ ۸ رمضان ۸۰ھ

وصال:۔ ۱۴۸ھ (کمافی البدایۃ والنہایۃ)

تمام مسلمان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم سے خلوص دل کے ساتھ محبت اور عقیدت رکھتے ہیں اور ان کی محبّت و پیروی کو دنیا و آخرت میں نجات کا باعث سمجھتے ہیں۔ اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ ۲۲ رجب باتفاق مؤرخین نہ موصوف کا یوم ولادت ہے، نہ یوم وصال۔ ماہ رجب المرجب حقیقت میں معراج نبوی علیٰ صاحبہا الف صلوٰۃ و سلام کا مہینہ ہے۔ امام الانبیاءؐ کی عظمت اور شان کا مہینہ ہے، اس کی اس نسبت کو مٹانے اور بدعت یعنی کونڈوں کے ساتھ منسوب کرنے کی ایک ناپاک سازش ہے۔ اگر حضرت موصوف سے ایسی ہی عقیدت و محبت ہے تو کھانا پکا کر مساکین اور مستحقین کو کھلایا جائے۔ قرآن شریف پڑھ کر ایصال ثواب کردیا جائے۔ لیکن کونڈوں کو خاص انداز و شرائط کے ساتھ بھرنا اور کھانا کھلانا قطعی طور پر اسلام میں ایک نئی چیز پیدا کرنا یا شامل کرنا ہے۔ دین میں کسی چیز کا کم و بیش کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب ہے جو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کرتے ہیں۔

قصۂ عجیبہ یا کونڈوں کی کتاب میں جو واقعہ تحریر کیا گیا ہے یہ قطعی طور پر جھوٹا، بے بنیاد اور بے اصل ہے۔ اسی طرح حضرت علیہ الرحمۃ الرضوان کی طرف سے یہ وعدہ ۲۲ رجب کو کونڈے کرو اور میرے توسّل سے مراد طلب کرو، مراد پوری نہ ہو تو قیامت میں تمہارا ہاتھ اور میرا دامن ہوگا۔

بلاشک وشبہ آپ پر بہتان اور تہمت ہے۔ مسلمانوں کے پاس اللہ کی کتاب قرآن مجید جس میں کوئی تغیر یا تبدیلی یا تحریف نہیں ہے موجود ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت قائمہ بھی محفوظ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّت پر احسان عظیم ہے۔ ساری دنیا کے مسلمان تمام عمر بھی آپؐ کے احسانات کا بدلہ نہیں چکا سکتے۔ اور آپؐ کو اُمّت سے اس قدر پیار ہے کہ والدین کو بھی بچے کے ساتھ اتنی محبت نہیں ہوتی۔ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ آپؐ کی شان ہے۔ قیامت کے روز جب تمام انبیاء علیہم السلام نفسی نفسی پکاریں گے، آپؐ اُمّتی اُمّتی فرمائیں گے۔ آپؐ نے پیاری اُمّت کے مصائب و مشکلات کو حل کرنے کے لئے اس قسم کے کونڈے بھرنے تجویز نہیں کئے، نبی نے نہیں کئے تو ولی کس طرح تجویز کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۭ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (الانعام)

ترجمہ: اگر تم کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو سوائے اس کے کوئی رد نہیں کر سکتا اور اگر تم کو فائدہ پہنچائے تو ہر بات پر قادر ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی کسی کی تکلیف دُور نہیں کرسکتا، حاجت روائی نہیں کرسکتا، غیر اللہ کی نذر کرنا شرک ہے۔

۲۔ جس طرح اس کے کرنے والا گنہگار اور بدعتی ہے اسی طرح شرکت کرنے والا بھی بدعتی اور گنہگار ہے۔

۳۔ حضرت سید السادات جعفر صادقؒ تو بڑے درجہ کے بزرگ ہیں کوئی ادنیٰ ترین مسلمان بھی اس قسم کی لاف و گزاف نہیں کرسکتا۔

۴۔ ہر مسلمان پانچ وقت نمازوں میں کئی کئی بار اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ پڑھتا ہے جس کا مطلب واضح یہ ہے کہ ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں

اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ کونڈوں کے عمل سے نماز کی روح باطل ہوگئی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جو اقرار بار بار کرتے رہے اس میں جھوٹے ہو گئے۔

کسی نے ایک جھوٹا افسانہ گھڑ لیا اس میں مؤثر کردار عورتوں کو دیا تاکہ عورتیں اس کو پڑھ کر یا سُن کر معتقد ہو جائیں۔ عام جاہل یا کم پڑھی لکھی عورتیں اس قسم کے قصّہ کہانیوں کو بہت جلد قبول کر لیتی ہیں اور ان کو ایمان کا جزو بنا لیتی ہیں۔

حضرت جعفر صادقؒ کے زمانۂ حیات میں بنی اُمیّہ کی حکومت تھی، اس کے بعد عباسی حکومت قائم ہوئی۔ بنی اُمیّہ کا دارالخلافہ دمشق تھا اور عباسی حکومت کا دارالخلافہ بغداد تھا۔ اس میں کوئی بادشاہ نہیں تھا۔ بادشاہت اور وزارت کا وجود مدینہ منوّرہ کیا پوری عرب دُنیا میں نہ تھا۔ من گھڑت قِصّہ میں نہ بادشاہ کا نام ہے نہ وزیر کی صراحت۔ مخالفوں نے دراصل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ۲۲ رجب کو خوشی کا دن عید کے دن کی طرح منانے کے لئے ان رسوم کا سہارا لیا۔ حضرت امیر معاویہؓ کاتب، ہادی و مہدی اور رشتے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چند پشتوں کے بعد ایک جد کی اولاد عم زاد، دوسرے رشتے سے برادر نسبتی تھے۔ منافقوں کو ہمیشہ سے ان کے ساتھ بغض و عداوت رہی ہے۔ ان ہی کی وفات کی خوشی میں خستہ پوریاں جو ہندوانہ رسوم کے مطابق پکائی جاتی ہیں تقیہ (جھوٹ) کے ذریعہ یہ رسم اہلِ سُنّت والجماعت میں پھیلا دی ہے۔ داستانِ عجیب یا نیاز نامۂ حضرت جعفر صادقؒ چھپوا کر اس کی خوب تشہیر کی ہے۔ بعض یادداشتوں سے معلوم ہوا ہے کہ کونڈے بھرنے کی ابتداء ۱۹۰۶ء میں ریاست رامپور (یو۔پی) سے ہوئی (جواہر المناقب) اس رسم کا کرنا بدعت ہے گمراہی ہے۔

كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ۔

(حدیث)

ترجمہ:۔ جو دین میں نئی بات پیدا کرے وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی آگ میں ہے۔

دیوبند و بریلی کے مشرب سے تعلق رکھنے والے علماء بلکہ ہر مکاتبِ فکر کے علماء اس پر متفق ہیں کہ حضرت جعفر صادق کے کونڈے جس طرح سے برِ کوچک پاک و ہند میں رواج دئے گئے ہیں ان کا شریعتِ مصطفوی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ یہ رسم سراسر بدعت اور گمراہی ہے۔

میں اعلان کرتا ہوں کہ اگر کوئی صاحب کونڈوں کے متعلق یہ ثابت کر دیں کہ زمانۂ سلف صالحین، تابعین، تبع تابعین میں اس رسم کا کوئی وجود تھا اور شریعتِ مطہرہ کی رو سے یہ عمل درست ہے اس کو مبلغ ایک ہزار روپیہ بطور انعام پیش کیا جائے گا۔ جو حضرات کونڈوں کو مسنون اور مندوب سمجھتے ہیں ان کے لئے بہترین موقع ہے کہ احقاقِ حق بھی ہوگا اور رقم بھی حاصل ہوگی۔ اگر ہم یہ رقم ادا نہ کریں تو عدالت کے ذریعہ رقم حاصل کر سکتے ہیں۔

حسب ذیل بزرگانِ دین نے کونڈوں کے بھرنے کی رسم کو بدعت و گمراہی قرار دیا ہے:۔

۱۔ حضرت حکیم الامّت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ ۱۳۴۹ھ

۲۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ بانی دارالعلوم کراچی ۱۳۷۰ھ

۳۔ مولانا سیّد محمد مبارک مدرسہ مصباح العلوم بریلی ۱۳۴۹ھ

۴۔ مولانا محمد یٰسین دارالعلوم سرائے خام بریلی ۱۳۴۹ھ

۵۔ مولانا محمد ایوب فرنگی محلّی لکھنو ۱۳۴۶ھ

۶۔ مولانا ابوالقاسم محمد عتیق فرنگی محلی لکھنو ۱۳۴۶ھ

۷۔ مولانا محمود الحسن بدایونی ۱۳۹۰ھ

ان کے علاوہ بے شمار علماء و فضلاء اور مشائخِ اہلِ سنّت والجماعت نے متّفقہ طور پر ان کونڈوں کی رسم کو بدعت اور ضلالت قرار دیا ہے۔

خاکپائے علماء و مشائخ

پیرزادہ ابرار محمد خطیب جامع دارالحق صدر تنظیم الائمہ لاہور۔ خادم خانقاہ عالیہ صابریہ وچشتیہ، دارالحق ٹاؤن شپ لاہور

خاکپائے علماء مشائخ

ناچیز انیس احمد صدیقی حنفی مجدّدی ولی اللّٰہی۔ خادم درگاہ حضرت مولانا شاہ محمد عاشق پھلتی و شاہ اہل اللہ پھلتی نزیل صدیقی نگر، کوٹ لکھپت لاہور

سیّد منظور احمد شاہ حجازی

کا نیا پتہ ڈاک

دفتر تنظیم اہل سنت پاکستان، ابدالی روڈ نواں بھٹہ ملتان، فون ۵۰۹۴ء

ایم۔ جے آغا خان

رجب کے کونڈے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ (۴۲: ۲۱)

ترجمہ:۔ کیا انھوں نے اللہ کا شریک بن کر دین کی نئی راہ ڈالی ہے جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا۔

ہمارے بعض قصبوں اور شہروں میں ہر سال ۲۲ رجب کو خفیہ کونڈے کھلانے کی رسم جاری ہے جس کی دینی حیثیت کچھ نہیں کیونکہ:۔

ا۔ نہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے اسوۂ حسنہ سے اس کا ثبوت مِلتا ہے۔

ب۔ نہ یہ صحابہ کرامؓ اور ائمہ اسلام سے منقول ہے اور

ج۔ نہ ہی امامیہ فرقوں (کیسانی، اسماعیلی، اثنا عشری اور علوی کے بزرگوں کا تعامل یہ کچھ ظاہر کرتا ہے۔

لٰہذا یہ خلاف شرع اور بے اصل بدعت دراصل مخالفینِ اسلام اور معاندینِ صحابہ کرامؓ کی ایجاد ہے جو شمالی ہند کے علاقہ اودھ سے شروع ہوئی اور رامپور کے نوابوں نے رفض کو پروان چڑھانے کے لئے اس قسم کی بدعات کو عام کرنے میں حصّہ لیا۔ اس امر کی شہادت مندرجہ ذیل بیانات سے ظاہر ہے:۔

۱۔ حکیم عبدالغفور صاحب آنولوی ثم بریلوی نے اپنے مضمون (رجب کے کونڈے) مندرجہ رسالہ "صحیفۂ اہل حدیث" کراچی، اشاعت ۱۴ اگست ۱۹۶۴ء میں بیان کیا ہے:۔

کونڈوں کی رسم بالکل جدید ہے۔ اور اس کی شانِ نزول یہ ہے کہ:۔

"نواب حامد علی خاں والئے رامپور اپنی کسی "منظورِ نظر رنڈی" سے ناراض ہوئے اور عتابِ شاہی صدور ہوا، اس چالاک کسبی نے نواب صاحب کے مذہبی عقائد سے فائدہ اٹھاتے ہوئے امام جعفر صادقؒ کے نام سے ایک تراشیدہ افسانہ کے مطابق نواب صاحب کی رضا حاصل کرنے کے لئے ۲۲ رجب کو کونڈے کیئے"۔

یہ افسانہ اس داشتۂ نواب کا اپنا تراشا ہوا نہیں۔ اس نے تو لکڑہارے کی اس داستان عجیب کے اتباع میں کونڈے کئے تھے۔ دراصل یہ داستان امیر مینائی مرحوم لکھنوی شاعر کے فرزند خورشید مینائی نے اس زمانے میں طبع کرا کے اہل رامپور میں تقسیم کرا دی تھی۔

۲۔ پیر جماعت علی شاہ محدثؒ کے ایک مرید مصطفیٰ علی خاں نے اپنے کتابچہ "جواہر المناقب" کے حاشیے پر حامد حسن قادری مرحوم کا یہ بیان درج کیا ہے کہ:۔

"احقر حامد حسن قادری کو اس داستانِ عجیب (یا لکڑہارے کی کہانی) کی اشاعت اور ۲۲ رجب والی پوریوں کی نیاز کے متعلق یہ عِلم ہے کہ یہ کہانی اور نیاز سب سے پہلے ۱۹۰۶ء میں ریاست رامپور (یوپی) میں حضرت امیر مینائی لکھنوی کے خاندان سے نِکلی ہے۔ میں اس زمانے میں امیر مینائی صاحب مرحوم کے مکان کے متصل رہتا تھا اور ان کے خاندان اور ہمارے خاندان میں تعلقات تھے..... الخ گویا رامپور روہیل کھنڈ میں اس رسم کا آغاز لکھنوی خاندان ہی کی بدولت ہوا۔

۳۔ مولوی ظفر علی سندیلوی اپنے روزنامچہ میں جو ۱۹۱۱ء کی ایک نادر یادداشت ہے لکھتے ہیں کہ:۔

۱۹۱۱ء، آج مجھے ایک نئی رسم دریافت ہوئی جو میرے اور میرے گھر والوں میں رائج ہوئی جو اس سے پہلے میری جماعت میں رائج نہیں آئی تھی، وہ یہ ہے کہ:۔

"۲۱ رجب کو بوقتِ شام میدہ، شکر اور گھی دُودھ ملا کر ٹکیاں پکائی جاتی ہیں۔ اور اس پر امام جعفر صادقؒ کا فاتحہ ہوتا ہے اور ۲۲ رجب کی صبح کو عزیز و اقارب کو بلا کر کھلائی جاتی ہیں، یہ ٹکیاں باہر نکلنے نہیں پاتیں۔ جہاں تک مجھے علم ہوا ہے اس کا رواج ہر مقام پر ہوتا ہے میری یاد میں کبھی اس کا تذکرہ بھی سماعت میں نہیں آیا۔ یہ فاتحہ اب ہر ایک گھر میں نہایت عقیدتمندی کے ساتھ ہوا کرتا ہے اور یہ رسم برابر

بڑھتی جا رہی ہے۔

۴۔ عظیم مناظرِ اسلام مولانا عبدالشکور مرحوم نے اپنے رسالہ "النجم" لکھنؤ کی اشاعت جمادی الاولیٰ ۱۳۴۸ھ میں لکھا تھا کہ:۔

"ایک بدعت ابھی تھوڑے ہی دنوں سے ہمارے اطراف میں شروع ہوئی ہے اور تین چار سال سے اس کا رواج یوماً فیوماً بڑھتا جا رہا ہے۔ یہ بدعت کونڈوں کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے متعلق ایک فتویٰ بصورتِ اشتہار تین سال سے لکھنؤ میں شائع کیا جا رہا ہے"۔

(یہاں اشتہار کی گنجائش نہیں)

۵۔ اُسی دَور کے ایک شیعہ عالم محمد باقر شمسی کا قول ہے کہ:۔

"لکھنؤ کے شیعوں میں ۲۲ رجب کے کونڈوں کا رواج بیس پچیس سال پہلے شروع ہوا تھا۔ (رسالہ النجم لکھنؤ)

مندرجہ بالا بیانات سے ظاہر ہے کہ رجب کے کونڈوں کی رسم لکھنؤ اور اس کے گرد و نواح میں قریباً نصف صدی پیشتر شروع ہو کر صوبہ جات متحدہ آگرہ و اودھ کے توہم پرست اور ضعیف الاعتقاد و جاہل طبقوں میں پھیلتی گئی اور وہیں سے کھٹملوں کی طرح دیگر مقامات میں مروّج ہوئی۔

داستانِ عجیب کیا ہے؟

یہ ایک لکڑ ہارے کی منظوم کہانی ہے جو آج سے ۳۵ سال پیشتر سلطان حسین تاجرِ کتب بھنڈی بازار بمبئی نے "نیاز نامہ امام جعفر صادق" کے عنوان سے طبع کرائی تھی۔ اس کہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

مدینہ منورہ کا ایک لکڑ ہارا قسمت کا مارا روزی کمانے کسی دوسرے ملک کو چلا گیا۔ اس کی بیوی نے مدینہ کے وزیرِاعظم کے یہاں جھاڑو دینے کی نوکری کر لی۔ ایک دن جب وہ صحن خانہ میں جھاڑو دے رہی تھی تو امام جعفر صادق اس راہ سے یہ فرماتے ہوئے گذرے کہ:۔

"کوئی شخص کیسی ہی مشکل اور حاجت رکھتا ہو، آج ۲۲ رجب کو پوریاں پکا کر دو کونڈوں کو بھر کر ہمارے نام سے فاتحہ دلا دے تو مراد اس کی پوری ہو۔ اگر نہ ہو تو حشر کے روز اس کا ہاتھ ہوگا اور ہمارا دامن"۔

یہ سُنتے ہی لکڑ ہارن نے اپنے دل میں منت مانی کہ میرا شوہر جسے گئے ہوئے ۱۲ سال گذر گئے تھے جیتا جاگتا کچھ کمائی کے ساتھ واپس آئے تو میں امام کے نام کے کونڈے کروں گی۔ جس وقت وہ منت کی نیت کر رہی تھی، عین اسی وقت اس کے خاوند نے دوسرے ملک کے جنگل میں جب سوکھی جھاڑی پر کلہاڑی چلائی تو کسی سخت چیز پر لگ کر گری اس نے وہاں کی زمین کھودی تو اسے ایک دفینہ ملا۔ وہ یہ خزانہ مدینہ لے کر آیا۔ اس نے ایک عالیشان حویلی بنوائی اور ٹھاٹھ سے رہنے لگا۔ جب لکڑ ہارن نے اپنی مالکہ، وزیرِاعظم کی بیوی سے یہ حال بیان کیا تو اس نے کونڈوں کے اثر سے خزانہ ملنے کو جھوٹ سمجھا۔ چنانچہ اس بدعقیدگی کی پاداش میں اسی دن وزیرِاعظم پر عتابِ شاہی نازل ہوا اور مال و دولت ضبط کر کے شہر بدر کر دیا گیا۔

جنگل کو جاتے ہوئے وزیر نے بیوی سے پیسے لے کر خربوزہ خریدا۔ اور رومال میں باندھ کر ساتھ لے چلے۔ راستے میں شاہی پولیس نے انہیں شہزادے کے قتل کے شبہ میں گرفتار کر لیا۔ جب بادشاہ کے سامنے رومال کھولا گیا تو خربوزے کی جگہ شہزادے کے خون سے لتھڑا ہوا سر نکلا۔ بادشاہ نے غضبناک ہو کر حکم دیا کہ کل صبح سویرے اس کو پھانسی دی جائے۔ رات کو قید خانہ میں یہ دونوں میاں بیوی دل میں سوچ رہے تھے کہ ہم سے ایسی کیا خطا ہو گئی جس کی وجہ سے اس حال کو پہنچے۔ یکایک وزیر کی بیوی کو خیال آیا کہ میں امام کے کونڈے کرنے سے انکار کر بیٹھی تھی۔ اس نے اسی وقت توبہ کی اور مصیبت سے نجات ملنے پر کونڈے بھرنے کی منت مانی۔

اس کا منت ماننا تھا کہ حالات کا رنگ پلٹا، گم شدہ شہزادہ صبح کو صحیح سلامت واپس آ گیا۔ ان دونوں کو قید سے رہائی ملی۔ وہ واپس مدینہ آئے۔ بادشاہ نے وزیر کو دوبارہ وزارتِ عظمیٰ پر بحال کیا اور اس کی بیوی نے دھوم سے امام کے کونڈے بھرے۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

یہ لغو کہانی خود ظاہر کرتی ہے

کہ اس کا گھڑنے والا لکھنؤ کا کوئی جاہل داستان گو تھا، جس کو اتنا بھی علم نہ تھا کہ:۔

۱۔ مدینہ منورہ میں نہ کبھی کوئی بادشاہ ہوا ہے اور نہ وزیرِ اعظم۔

۲۔ عربوں میں میدے کی پوریاں گھی میں پکا کر کونڈوں میں بھرنے اور فاتحہ دلانے کا رواج آج تک نہیں ہوا۔ نہ کونڈے کا برتن وہاں استعمال ہوتا ہے۔

۳۔ حضرت جعفر بن محمدؒ کی عمر کے ۵۲ سال تک بنو اُمیہ کی خلافت رہی جس کا صدر مقام دمشق (ملک شام) تھا، مگر ان کی خلافت میں بھی وزیرِ اعظم کا کوئی عہدہ نہ تھا۔

۴۔ اس کے بعد ۱۶ سال تک آپ عباسی خلافت میں رہے جس کا صدر مقام بغداد (عراق) تھا۔ ان کے ہاں بھی آپ کی موجودگی میں وزارت کا عہدہ قائم نہ ہوا تھا۔

۵۔ یہ بے پَر کی کہانی سراسر بکواس ہے اور حضرت جعفر بن محمدؒ پر سخت تہمت ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی ہی میں اپنی فاتحہ دلا کر منت پوری کرنے کی یوں ذمہ داری لی ہو جو کھلا ہوا شرک ہے۔ آپ کا دامن ایسی لغو باتوں سے پاک ہے۔ اور دینی علوم کی بصیرت میں ان کا بلند مقام ہے۔

۶۔ اس لکڑ ہارے کا قصہ نہ کبھی مدینہ کی گلیوں میں گونجا، نہ عرب ممالک میں کہیں سنائی دیا اور نہ مشرق و مغرب کے کسی اسلامی ملک میں کہیں پہنچا۔

۷۔ اس قصے میں جو منظر کشی کی گئی ہے وہ ہندوستان کی کسی راجدھانی اور راجہ کی تو ہو سکتی ہے، عرب کے قبیلے، فرد یا قوم کی ہرگز نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ عرب قوم بارہ سال تک اکیلی بیوی کو چھوڑ کر کہیں چلے جانے کے قائل نہیں اور نہ ہی وہ گرم مزاجی کی وجہ سے جُدا رہ سکتے تھے۔

۸۔ حضرت جعفر بن محمد علیہ الرحمۃ ۸ رمضان ۸۰ھ اور بروایت دیگر ۷ اربیع الاول ۸۳ھ کو مدینہ میں پیدا ہوئے اور ۱۵ شوال ۱۴۸ھ کو ۶۵ سال کی عمر میں فوت ہوئے ان کی زندگی کے حالات مشہور و معروف ہیں۔ لہٰذا ۲۲ رجب کی تاریخ کی کوئی تخصیص نہ آپ کی تاریخِ ولادت سے ہے اور نہ تاریخِ وفات سے۔

۹۔ جس طرح اسرائیلی قوم عجائب پرست تھی اور ہر مدعی نبوت سے معجزات و کرامات کے ظہور کی آرزو مند رہتی تھی۔ اسی طرح اودھ کی شیعہ ریاست کے ماتحت رام اور لچھمن کے دیس کے خالص ہندو معاشرے میں رہنے والے عوام کالانعام بھی ہندو دیومالاؤں اور رامائن کے من گھڑت قصے سن سن کر عجائب پرست بن گئے تھے اور لکھنؤ کے داستان گویوں کو تو یہ فخر حاصل ہے کہ انہوں نے نوابوں کی سرپرستی میں طلسمِ ہوشربا اور فسانہ عجائب جیسی طویل داستانیں گھڑ کر ہندو دیومالاؤں کو بھی مات کر دیا تھا۔ لہٰذا لکھنوی معاشرے میں بزرگانِ سلف کی طرف منسوب اور افترا کردہ حکایات کا قبول عام حاصل کرنا کوئی مشکل بات نہ تھی۔ کیونکہ اس کے لئے نہ کسی سند کی ضرورت تھی نہ کسی ضابطے کی۔

۱۰۔ جس چیز کو دینی طور پر پیش کیا جائے اس کے جواز کی سند تو ضابطہ دین سے ہی پیش کی جانی چاہیے۔ سورۃ انعام ۶: آیت ۱۷ میں ارشادِ باری ہے کہ:۔

ترجمہ: اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو اللہ تعالیٰ کے سوا اسے کوئی رد نہیں کر سکتا اور اگر وہ تم کو کوئی فائدہ پہنچائے تو بھی اُسے قدرت حاصل ہے، لہٰذا غیر اللہ سے کوئی مراد مانگنا شرک ہے جو ناقابلِ معافی گناہ ہے۔

(آل عمران ۳: ۱۰۴)

۲۲ رجب ۶۰ھ کو

امیر المؤمنین، امام المتقین، خال المسلمین، مکرم کاتبِ وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص معتمد اور عصائے اسلام حضرت معاویہ بن ابو سفیانؓ نے اسلام اور مسلمانوں کی پچاس سال تک خدمت کرنے کے بعد وفات پائی تھی۔ روافض جس طرح امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظمؓ کی شہادت کی خوشی میں ان کے مجوسی قاتل ابولؤلؤ فیروز کو بابا شجاع کہہ کر عید مناتے ہیں اسی طرح وہ امیر معاویہؓ کی رحلت کی خوشی میں ۲۲ رجب کو یہ تقریب مناتے ہیں لیکن پردہ پوشی کے لئے ایک روایت گھڑ کر حضرت جعفر بن محمدؒ کی طرف منسوب کر دی ہے تاکہ راز فاش ہونے سے رہ جائے اور دشمنانِ معاویہؓ چپکے سے ایک دوسرے کے یہاں بیٹھ کر یہ شیرینی کھا لیں اور یُوں اپنی خوشی ایک دوسرے پر ظاہر کریں۔ ان کی تقیہ سازی اور اس پُرفریب طریقۂ کار سے حضرت جعفرؒ کی نیاز کی دعوت میں کئی سادہ لوح توہم پرست اور ضعیف الاعتقاد مسلمان بھی لاعلمی کی وجہ سے شریک ہو جاتے ہیں۔

خبردار

کونڈے بھرنا زمانہ حال ہی کی ہندوستانی ایجاد ہے۔ لہٰذا اس گمراہی سے بچنا ہر مسلمان پر فرض ہے کیونکہ یہ ایک صحابی رسولؐ اور کاتبِ وحی کے دشمنوں کی تقریب ہے۔

محمد شفیع عمر الدین
میرپور خاص سندھ

حقیقت تصوف و صوفیائے کرام حضرات

اکابرین کی نظر میں

۱- ہم صوفیا کے سات اصول ہیں۔
۱- کتاب اللہ پر مضبوطی سے عمل کرنا۔
۲- سنت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنا۔
۳- خورد و نوش حلال رکھنا۔
۴- لوگوں کی ایذا رسانی سے باز رہنا۔
۵- گناہوں سے کنارہ کرنا۔
۶- توبہ و استغفار کرتے رہنا۔
۷- حقوق اللہ اور حقوق العباد کا ادا کرنا۔
(حضرت سہل تستریؒ، طبقات الکبریٰ)

۲- صوفی وہ ہے جس کا دل اللہ تعالے کے ساتھ صاف ہو۔
(حضرت بشر حافیؒ، تذکرۃ الاولیاء)

۳- اس راستہ میں وہ شخص قدم رکھے جو کتاب اللہ کو دائیں ہاتھ میں پکڑے رکھے اور سنت حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بائیں ہاتھ میں تھامے رکھے۔ اور ان دو شمعوں کی روشنی میں چلے تاکہ شبہات اور تاریکی کے گڑھوں میں گرنے سے بچ جائے۔
(حضرت جنید بغدادیؒ، تذکرۃ الاولیاء)

۴- تصوف تو اللہ تعالے کے ساتھ اپنا معاملہ صاف رکھنا ہے۔ اور اس کی اصل دنیا سے اعراض کرنا ہے۔
(ایضاً، طبقات الکبریٰ)

۵- تصوف کی اصل کتاب و سنت پر عمل کرنا، حرص و ہوا اور بدعات کو ترک کرنا ہے۔
(حضرت ابوالقاسم بن محمد نصر آبادیؒ، طبقات الکبریٰ)

۶- تصوف یہ ہے۔
۱- دل کو (برے اخلاق اور غیر اللہ سے) صاف کرنا۔
۲- طبعی (غیر شرعی) اخلاق کو ترک کرنا۔
۳- نفسانی خواہشات سے کنارہ کرنا۔
۴- روحانی صفات حاصل کرنا۔
۵- ساری امت کی خیر خواہی کرنا۔
۶- شریعت کا اتباع کرنا۔
(حضرت ابوعبداللہ محمدؒ، طبقات الکبریٰ)

۷- تصوف کی علامت یہ ہے کہ ہر وقت ایسے امر میں مشغول رہیں جو سب سے بہتر ہو۔
(حضرت ابوبکر بن داؤدؒ، طبقات الکبریٰ)

۸- تصوف یہ ہے کہ ہر نفس سے آنکھ بند کرلے تاکہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا مشاہدہ کرے، جو ہر نقص سے پاک و منزہ ہے۔
(حضرت ابوعمرو دمشقیؒ، طبقات الکبریٰ)

۹- اہل تصوف کے نزدیک سب سے افضل انفاس کا شمار ہے (تاکہ کوئی سانس یادحق کے سوا غفلت میں نہ گزرے)
(حضرت شیخ ابوالنجیب سہروردیؒ، طبقات الکبریٰ)

۱۰- صوفی وہ ہے جو برائیوں سے صاف ہو۔
(حضرت ابوعبداللہ محمدؒ، تذکرۃ الاولیاء)

۱۱- تصوف (ماسوی اللہ) سے آزادی حاصل کرنا ہے۔ اور تکلف کا ترک کر دینا ہے۔
(ابوالحسن النوریؒ، تذکرۃ الاولیاء)

۱۲- صوفی تب ہوگا جب تمام جہان کے لوگوں کو اپنا عیال تصور کرے گا۔ (ان کی خیر خواہی کرے گا)
(حضرت ابوبکر شبلیؒ، تذکرۃ الاولیاء)

۱۳- صوفی وہ ہے جو لوگوں سے منقطع ہو اور اس کا حق تعالے سے قلبی تعلق جڑا ہوا ہو۔ (ایضاً)

۱۴- تمام مخلوقات سے ظاہری پرستش ہوگی، لیکن صوفیوں سے باطن کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا۔ (صوفیوں کو اپنا باطن بھی درست رکھنا چاہئیے)
(حضرت ابومحمد رویمؒ، تذکرۃ الاولیاء)

۱۵- میرے چھ اصول ہیں۔

۱- کتاب اللہ پر عمل کرنا۔
۲- سنت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتدا کرنا۔
۳- حلال روزی کھانا۔
۴- لوگوں کی ایذا رسانی سے رکے رہنا اگرچہ مجھے ان سے ایذا ہی پہنچے۔
۵- تمام نشہ آور چیزوں سے دور بھاگنا۔
۶- حقوق اللہ و حقوق العباد کی ادائیگی میں جلدی کرنا۔
(حضرت سہل تستریؒ، تذکرۃ الاولیاء)

۱۶- صوفی وہ ہے جس کا دل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح دنیا کی محبت سے پاک ہو۔ اور حق تعالیٰ کے فرمان کو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی طرح تسلیم کرنے والا ہو۔ اور اس کا اندوہ و غم حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح ہو۔ اور صبر میں حضرت ایوب علیہ السلام کی مانند ہو۔ اور ذوق و شوق حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح رکھتا ہو۔ اور مناجات میں اس کا اخلاص حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا ہو۔
(حضرت جنید بغدادیؒ، تذکرۃ الاولیاء)

۱۷- صوفی وہ ہے جس کی گفتگو اس کے "حال" کے مطابق ہو۔ اور وہ ایسی بات نہ کرے جو خود اس میں موجود نہ ہو۔ اور جب وہ خاموشی اختیار کرے تو اس کا معاملہ اس کے "حال" کی تعبیر ہو۔
(حضرت ذوالنون مصریؒ، تذکرۃ الاولیاء)

۱۸- جس دن صوفیوں کے درمیان امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام نہ ہو اس دن کو اچھا نہ سمجھیں۔ (ایک عظیم الشان صوفیؒ)
(مکتوبات معصومیہ ۲۹- دفتر اول)

۱۹- ایک بزرگ کا مقولہ ہے کہ "تصوف اضطراب و بے چینی کا نام ہے۔ جب سکون آگیا تصوف نہ رہا۔"
لہٰذا طالب بے اضطراب اور بے سوزش نہیں ہوتا۔ کوئی عارف بغیر درد و حزن کے نہیں ہے۔ جب حضرت فخر کائنات علیہ افضل الصلوات "دوام فکر" اور "تواصل حزن" کے ساتھ موصوف تھے تو دوسروں کا کیا ذکر ہے۔
(مکتوبات معصومیہ ۱۷، دفتر دوم)

۲۰- "الصوفی کائن بائن" یہ مقولہ تم نے سنا ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ صوفی خلق کے ساتھ بھی رہتا ہے صورتاً اور خلق سے جدا بھی رہتا ہے حقیقتہً و معنیً۔
(ایضاً مکتوب ۱۱۹، دفتر سوم)

۲۱- حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہٗ فرماتے ہیں "کامیابی کے تمام راستے بند ہیں سوائے اس شخص کے راستے کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نشان قدم کی پیروی کرے"۔
حضرت سید الطائفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی ہے کہ "مقربین صادقین" کا راستہ درحقیقت "کتاب و سنت" کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور وہ علماء جو شریعت و طریقت پر عامل ہیں اور وارث النبی کے مستحق ہیں، وہ اقوال، اخلاق اور افعال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع ہوتے ہیں۔
(ایضاً مکتوب ۱۱، دفتر دوم)

۲۲- تصوف شرعی اوامر و نواہی پر پختہ رہنا ہے۔ (حضرت ابوعمر السلمیؒ)
(مکتوبات معصومیہ ایضاً)

۲۳- الطریقۃ کلھا ادب۔ طریقت میں سارے کا سارا ادب ہے۔ کوئی بے ادب خدا رسیدہ نہیں ہوا۔
(ایضاً)

ع از خدا جوئیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از لطف رب

یعنی ہم اللہ تعالے سے ادب کی توفیق مانگتے ہیں۔ کیونکہ بے ادب اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم اور فضل سے محروم رہتا ہے۔

۲۴- جو باتیں ہم فقیروں پر واجب ہیں وہ یہ ہیں۔
..... ہمیشہ ہر بات میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرنا (بدعت سے دور رہنا) ..... اور اپنے باطن کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رکھنا۔ اسے ماسوا اللہ تعالیٰ کے خیالات سے پاک رکھنا۔ اور گندے خیالات کو باطن سے دور رکھنا۔ اپنے ظاہری اعضاء کو ہمیشہ شریعت کے احکام کے تابع رکھنا ..... اپنے احوال اور مواجید کی طرف اگرچہ وہ شریعت کے مطابق درست و صحیح ہوں، متوجہ نہ ہونا اور نہ ہی ان پر بھروسہ کرنا۔ اور نہ ہی ان کو اپنے حق میں اچھا سمجھنا۔
(حضرت سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانیؒ مکتوب ۱۷۱، دفتر اول)

۲۵- دوسری نصیحت شریعت پر استقامت حاصل کرنے کے بارے میں ہے۔ اپنے "احوال" کو اصول شرعیہ کے مطابق درست رکھیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے اگر کسی

قول، در فعل میں شریعت کے خلاف کوئی بات پیدا ہو اس میں اپنی خرابی سمجھنی چاہیئے ۔ استقامت والے بزرگوں کا یہی طریقہ ہے ۔

(ایضاً مکتوب ۲۴۱ دفتر اول)

۲۶۔ سہ صوفی ابن الوقت باشد اے رفیق
نیست فردا گفتن از شرطِ طریق
(مولانا رومؒ)

یعنی میرے دوست ! یاد رکھیں کہ صوفی وقت کا بڑا پابند ہوتا ہے ۔ وہ طاعات، عبادات اور فرائض عبودیت روزانہ پابندی کے ساتھ ادا کرتا ہے ۔ وہ آج کا کام کل پر نہیں ٹالتا ۔ کیا خبر کل تک زندہ رہنا نصیب ہو یا نہ ۔ اگر آج کا کام کل پر ٹال دیا جائے گا تو کل کا کام کیسے پورا کیا جا سکے گا ۔ اسی لئے طریقت کی راہ میں "کل کروں گا" ایسا کہنا اور کرنا روا نہیں ۔

۲۷۔ حضرت رویم کا ارشاد ہے کہ: "تصوف سارے کا سارا ادب ہی تو ہے"۔ (تو جو شخص ادب سے خالی ہے وہ تصوف سے دور ہے) اور ادب جس کی طرف حضرات صوفیا نے اشارہ کیا ہے اس سے مراد شرعی ادب ہے (کہ رفتار وگفتار و اعمال و احوال و اخلاق سب کے سب شریعت کے موافق ہوں)

(حضرت شیخ احمد رفاعیؒ)

۲۸۔ مشائخ طریقت اور میدانِ حقیقت کے شہسوار تم سے یہ کہتے ہیں کہ علماء کا دامن پکڑ لو ۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم فلسفہ سیکھو ۔ بلکہ یہ کہتا ہوں کہ علم فقہ حاصل کرو ۔ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی چاہتے ہیں اس کو دین کی سمجھ (یعنی علم فقہ) عطا فرماتے ہیں ۔

۲۹۔ تصوف کے مینار کو بلند کرو، اور تصوف نام ہے "ترکِ اختیار" کا (کہ بندہ اپنی تجویز و ارادے کو رضائے حق تعالیٰ میں فنا کر دے)

(ایضاً)

۳۰۔ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد کسی گمراہ مولوی یا پیر کے پیچھے نہ لگ جانا، کیونکہ گمراہ مولویوں اور پیروں نے بہت رسمیں نکال رکھی ہیں مثلاً قوالی شریف قبروں پر سجدے کرنا اور ان سے مرادیں مانگنا قوالی شریف میں ایک تالیاں مارتا ہے، دوسرا طبلہ بجاتا ہے تیسرا گانے گاتا ہے اور پھر اسے کہتے ہیں قوالی شریف ۔ کیا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طبلے بجایا کرتے تھے ؟ کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گانے گایا کرتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تالیاں بجایا کرتے تھے ؟ تم نے یہ رسم کہاں سے نکالی ہے ؟ سنو:

سہ خلافِ پیغمبرؐ کسے راہ گزید
کہ ہرگز بہ منزل نہ خواہد رسید

جو کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف چلے گا چاہے کوئی مولوی ہو یا پیر ہو وہ کبھی جنت میں نہیں جا سکتا ۔ اللہ تعالیٰ تم کو ہدایت فرمائے ۔ کل اگر تم رنڈی کے ساتھ رنڈی شریف، زنا کے ساتھ زنا شریف لگا دو، تو کیا وہ شریف بن جائے گا ؟ ہوش کرو ۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرو ۔ گمراہی کے راستے چھوڑ دو اور قرآن و حدیث پر عمل کرو ۔

(از مجلس ذکر ۲ جولائی ۱۹۶۱ء حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ خدام الدین ۱۴ جولائی ۱۹۶۱ء صہ ۱۸)

رشیدیہ کنونشن ساہیوال

دارالعلوم دیوبند کے جملہ طبقات اور دیوبندی حلقوں کے اتحاد و وحدت کے لئے ۲۰ ر ۲۱ر مئی ۱۹۸۳ء جمعہ ہفتہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں ایک عظیم الشان اجلاس ہو رہا ہے جس میں عربی مدارس و کالجز کے طلبہ اور تمام دینی جماعتوں کے رہنما حضرات و قائدین کو دعوت دی جا رہی ہے ۔ مدارس کے ناظم صاحبان اور جماعتوں کے امراء اور کارکنان کو شرکت کی دعوت ہے ۔ اس تاریخی، تبلیغی، اصلاحی اجتماع میں حساس نوجوانوں کو خصوصی دعوت ہے ۔

"صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے"

فاضل رشیدی مدیر "الرشید" ناظم مؤتمر ابناء دارالعلوم دیوبند (پاکستان) ساہیوال

تعارف و تبصرہ

تبصرہ کے لئے کتاب کی دو جلدیں دفتر میں ضرور بھیجئے ۔

آسان ترجمہ قرآن مجید

ترتیب : حافظ نذر احمد صاحب
قیمت : ۲۱/۰ روپے
ملنے کا پتہ : پاک مسلم اکادمی
الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

حافظ نذر احمد صاحب ایک ماہر تعلیم، اچھے مدرس اور مصنف ہیں آرام سے بیٹھنا ان کی عادت نہیں ۔ بھاگ دوڑ، محنت اور سرگرم عمل رہنا ان کا شیوہ ہے ۔ تدریس و تصنیف میں ساری عمر کھپا دی ۔ اور اب جب کہ وہ بڑھاپے کی منزل میں ہیں اور صحت بھی مضمحل ہو چکی ہے ۔ پھر بھی میدان تصنیف و تالیف کی بادیہ پیمائی کا شغل جاری ہے اور آج کل یہ شغل اتنا مقدس انداز اختیار کر چکا ہے یعنی خدمت قرآنی ۔ اللہ کے دین اور اس کے کرم پر قربان جائیں کہ اپنے ایک عاجز و ناتواں بندے کو اپنی کتاب کی خدمت پر لگا دیا ۔ حافظ صاحب اپنی قسمت پر جتنا ناز کریں کم ہے وہ عام لوگوں کو قرآنی حقائق سے آگاہ کرنے کی غرض سے آسان ترجمہ میں مصروف ہیں ۔ انداز یہ ہے کہ متن جلی قلم میں لکھا گیا ہے اس کے نیچے تین سطریں ہیں ایک سطر میں عربی متن الگ الگ حروف میں لکھا گیا ہے ۔ اس کے نیچے لفظی ترجمہ اور پھر با محاورہ ترجمہ —— اور حاشیہ میں متعلقہ صفحہ کے افعال الگ ذکر کر دئیے گئے ہیں —— اس ترجمہ کی تسوید و ترتیب تو حافظ صاحب نے کی جبکہ پہلے پارہ پر نظر ثانی مولانا بن یہ الہاشمی حویلیاں، مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری گجرات اور مولانا مفتی محمد حسین صاحب نعیمی نے کی اور دوسرے تیسرے پارہ پر نظر ثانی مولانا عزیز زبیدی وار برٹن ضلع شیخوپورہ نے کی —— اس طرح گویا یہ ایک مستند چیز بن گئی کہ ہر مکتب فکر کے علماء کی نظر ثانی ہو گئی ۔

حافظ صاحب نے ایک کام یہ کیا کہ عربی زبان کے ابتدائی قواعد اور مادہ ہائے افعال بھی مرتب کرا دئیے ہیں تاکہ ایک عام قاری قرآن کی زبان سے بخوبی واقف ہو سکے ۔ یہ کام مولانا عبدالرؤف نے بڑی محنت سے کیا —— بہرحال یہ قیمتی چیز ہے اس پر ہم حافظ صاحب کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ اس مجموعہ کی قدر افزائی ہو گی ۔ کتابت و طباعت اور کاغذ بہت اچھا ہے ۔ قیمت مناسب ہے ۔

کتابُ الذِکر والدُّعاء

از : اسلم اویس
قیمت ۱۰/۵۰
ملنے کا پتہ : نعمانی کتب خانہ، حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

اسلم اویس صاحب ریونیو بورڈ پنجاب کے سینئر ممبر ہیں ۔ اس دور میں ایسے صالح، نیک، متقی اور صاحبِ دل افسر کا وجود مغتنمات میں سے ہے ۔ انہوں نے اپنی منصبی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ یہ بڑا خوبصورت اور مؤثر کام کیا ہے جس کے نتیجہ میں ایک انسان کی عاقبت

تو سنورے گی ہی دنیا بھی سنور سکتی ہے۔ کتاب کے مضامین عالیہ کا اندازہ نام ہی سے ہو سکتا ہے۔ ذکر الٰہی مردہ دلوں کے لئے غذا ہے۔ اس سے دلوں کا میل دُور ہوتا اور انسان اپنے رب کے قریب ہو جاتا ہے۔ رہ گیا دعا کا مسئلہ تو حدیث میں اسے عبادت کا مغز قرار دیا ہے۔ اسلم صاحب نے بڑی محنت و جانکاہی سے یہ فرض انجام دیا ہے۔ مستند ذخیرہ کتب سے ذکر اور اس کے متعلقات کے ساتھ ساتھ ہر وقت اور ہر مقام کی دعائیں بڑی خوبصورتی سے مرتب کی ہیں۔ ہر دعا کے ساتھ اس کا شُستہ اور شگفتہ ترجمہ ہے۔ جس خلوص و محبت سے اسلم صاحب نے کتاب لکھی اسی خلوص و محبت سے نعمانی کتب خانہ کے مالکان نے اسے شائع کیا ہے کتابت طباعت کاغذ انتہائی عمدہ۔ پلاسٹک کور سے کتاب کا حسن دوبالا کر دیا گیا ہے۔ کوئی مسلم گھرانا اس کتاب سے خالی نہ ہونا چاہیئے۔

اسلام کے عظیم جرنیل — اور عہد نبوی کے میدانِ جنگ

یہ دو کتابیں اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور نے شائع کی ہیں۔ عظیم جرنیل کی قیمت ۱۸ روپے ہے اس کو لکھا ہے جناب حفیظ اللہ خان منظر نے اور اس میں چار عظیم المرتبت صحابہ کے حالات بڑے تفحص اور جستجو کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ (فاتح ایران) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالےٰ عنہ (فاتح عراق و شام) حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالےٰ عنہ (فاتح شام) اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ (فاتح مصر و فلسطین) یہ چاروں صحابہ حضور علیہ السلام کے انتہائی قریبی معتمد اور عزیز ترین ساتھی تھے اسلام کے لئے ان کی خدمات کا سلسلہ عظیم تر ہیں۔ آج چمن اسلام کی بہار انہی عظیم حضرات کی قربانیوں کے سبب ہے حفیظ اللہ صاحب نے محبت و خلوص سے یارانِ نبی کا تذکرہ لکھا ہے وہ مستحق تبریک ہیں —— رہ گئی دوسری کتاب تو اس کے مصنف ڈاکٹر حمید اللہ صاحب مقیم پیرس جیسے فاضل یگانہ بزرگ ہیں۔ ان کے قلم سے بہت کچھ نکلا اور جو کچھ نکلا وہ بڑی خوبصورتی اور تحقیق کے ساتھ۔ حضور علیہ السلام کے دَور کی مقدس جنگیں ہماری تاریخ کا عظیم واقعہ ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے تحقیقی قلم نے جس طرح میدانہائے جنگ کی نقشہ کشی کی ہے اس کو پڑھ کر حضور علیہ السلام کی اس میدان کی عظمتوں کو دشمن بھی سلام کرنے پر مجبور ہیں۔

متلاشیانِ حق کے لئے یہ دونوں کتابیں خوب سے خوب تر ہیں۔ پہلی کتاب کی قیمت ۱۸ روپے اور دوسری کی قیمت ۶ روپے ہے۔ ان کتابوں کے مطالعہ کی ہم زبردست سفارش کرتے ہیں۔

اسرارِ قدسی

مولانا علیم اللہ صاحب مظاہری کا یہ رسالہ ساڑھے چار روپے میں عمران اکادمی اردو بازار لاہور سے دستیاب ہے۔ مجربات، عملیات اور تعویذات کا بیش قیمت مجموعہ بڑا قابل قدر ہے۔ مولانا نے اپنے مشائخ و اکابر کے حوالہ سے یہ قیمتی ذخیرہ جمع کر دیا ہے جسے ہر شخص کو اپنے پاس رکھنا اور اس سے استفادہ کرنا چاہیئے۔

بقیہ: احادیث الرسولؐ

مومن ان سب کے ہاں پھرا کریگا اور دو بہشت ہوں گے ان دونوں میں برتن وغیرہ اشیاء سب چاندی کی ہوں گی اور دو بہشت سونے کے ہوں گے ان کے برتن وغیرہ سب سونے کے ہوں گے ان کے برتن وغیرہ سب سونے کے ہوں گے اور بہشتیوں کے لئے بہشت میں اپنے رب کی طرف دیکھنے میں اس کی ذات پر بزرگی اور عظمت کی

طبی مشورے

براہ راست جواب کے خواہشمند حضرات جوابی لفافہ ضرور بھیجیں۔

حکیم آزاد شیرازی شیرانوالہ گیٹ لاہور

دیہاتی ڈاکٹر کا انجکشن

س: میری خالہ عمر ۳۵ برس کو دو تین سال پہلے گاؤں کے ایک ڈاکٹر صاحب نے انجکشن لگایا جس سے وہ بیہوش ہو گئیں۔ اللہ تعالےٰ نے زندگی تو بخش دی لیکن اس کے بعد سے ان کی طبیعت بگڑ گئی، سردرد، پیٹ درد، بخار (پچھلے سال ڈیڑھ دو مہینے متواتر بخار رہا۔ ہاضمہ خراب، سر میں درد، گرم سرد کوئی چیز موافق نہیں آتی۔ طبیعت بے چین رہتی ہے، کھانا کھاتے ہی اجابت ہو جاتی ہے۔ جسم پھولتا جا رہا ہے، پیٹ بڑھ رہا ہے۔ بہت ڈاکٹری یونانی علاج کرائے، کوئی فائدہ نہیں۔ کوئی تیار شدہ دوائی ہو تو بتائیں

عنایت اللہ مدرس ہیلپنہ کالونی فیصل آباد

ج: آپ کی خالہ کے لئے تیار شدہ دوائی اکسیر الکبد موجود ہے ابتدا میں یہ دوائی استعمال کرائیں اور اس کے بعد مریضہ کی کیفیت سے مطلع فرمائیں۔ مہینہ بھر کے لئے دوائی منگوا لیں۔ انشاء اللہ صحت ہو گی۔

دماغ اور مثانہ کی کمزوری

س: بندہ کو مثانہ کی کمزوری کے سبب پیشاب کے قطرے آتے رہتے ہیں۔ نیز دماغ بھی بہت کمزور ہے کوئی مناسب دوائی تجویز فرمائیں۔

خالد محمود، غلہ منڈی، ساہیوال

ج: دماغی کمزوری کے لئے ہماری دوائی "دماغی" اور مثانہ کی کمزوری کے لئے مرواریدی ۳ منگوا کر استعمال کریں۔ انشاء اللہ شفا ہو گی۔

ابتدائی موتیابند

س: براہ کرم ابتدائی موتیابند کے لئے کوئی اکسیری سرمہ تجویز فرمائیں۔

(محمد شریف کرنالی۔ مظفر گڑھ)

ج: تخم نیل ایک تولہ لے کر کسی نہ گھسنے والے کھرل میں خوب باریک سرمہ کی طرح پیس لیں اور شیشی میں محفوظ رکھیں صبح و شام ایک ایک سلائی آنکھوں میں ڈالیں۔ ابتدائی موتیابند کے لئے مفید ہے۔

معدہ کا ورم

س: مجھے فم معدہ میں درد اور ورم معلوم ہوتا ہے۔ مرض سے پہلے ٹائیفائڈ بخار ہوا تھا بہت ڈاکٹری یونانی علاج کرایا۔ ایکسرے سے بھی مرض کا پتہ نہیں ملا۔ ڈاکٹر حکیم معدہ کی خرابی بیان کرتے ہیں۔ لیکن کسی علاج سے افاقہ نہیں ہوتا۔

عبدالغفار، چوٹی زیریں
ڈیرہ غازی خان

ج: کھانے کے بعد جوارش کمونی کھائیں۔ فم معدہ پر اور اس کے ارد گرد باجرہ اور نمک کی پوٹلی گرم کرکے ٹکور کریں۔ نیز فم معدہ پر رائی پانی میں پیس کر روزانہ لگائیں اور دو تین منٹ بعد اتار دیا کریں۔ انشاء اللہ صحت ہو گی۔

منظور شدہ ۱۔ لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری C-B-T-۲۲۷-۲۴۸۱ مورخہ
محکمہ تعلیم ۳۔ کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹/۳۹ ، ۲۰۷۶۷-۹-D.D مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر ۲۰/G-۱۵۲۱ ۴۲

حضرت لاہوری قدس سرہٗ کا ترجمہ

عکسی

قرآن مجید

اپنی اعلیٰ ترین روایات کے ساتھ مئی کے آخر تک تیار ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

چاروں صوبوں میں تقسیم کنندگان کی ضرورت ہے۔

خواہشمند حضرات مندرجہ ذیل پتہ پر رابطہ قائم کریں

محمد اطہر صدیق، محمد طفیل بٹ کنٹرولر اشاعت قرآن حکیم، انجمن خدام الدین، لاہور